قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

الحمد لله والمنة

(حصہ اول)

مسئلہ مقدوریت خلاف ما اخبر بہ و خلاف منصوص

کی تحقیق میں جسکو منکرین قدرت باری تعالیٰ جل لالہ سے امکان کذب بتا کر عوام کو بہکاتے اور علمائے دین

کی جانب بغض رکھکر مسلمانوں میں ناحق تفرقہ ڈلواتے ہیں المسمیٰ باسم تاریخی

تنزیہ الالٰہ السبوح عن نقصان العجز القبوح

سنہ ۱۳۱۳ھ

جسمیں

جناب مولنا مولوی عبد المصطفیٰ احمد رضا خانصاحب بریلوی کے رسالہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح کا

جواب نہایت خوبی اور متانت سے دیا گیا ہے اور بحوالہ اقوال علمائے عقاید کلام اس بحث کو حتی الوسع اچھی طرح صاف کیا گیا

مولفہ

خادم العلماء محمد عبد الاحد عفی عنہ فاروقی حنفی۔ تھانوی سابق سر رشتہ دار محکمہ خاص راج جودھپور

مارواڑ۔ حال سر رشتہ دار کونسل راج الور حسب فرمائش منشی شیخ بہار احمد صاحب انصاری حنفی۔ تھانوی

در مطبع انصاری دہلی بحسن سعی محمد عبد العزیز طبع شد

التماس

ناظرین! یہ رسالہ جیسا کہ اُسکے تاریخی نام سے ظاہر ہے سنہ ۱۳۲۱ھ میں مکمل ہو چکا تھا۔ چنانچہ بذریعہ
نظام الملک مراد آباد اسکا اعلان کرکے ادنیٰ نیازمندین ایک دستی نقل جناب مجتہد صاحب کی خدمت میں بھی بذریعہ
بھیجدی گئی تھی۔ مگر چونکہ اُن ایام میں ہمارے دوست مولوی محمد ادریس صاحب صدیقی حنفی۔ تھانوی
وکیل عدالتہائے صدر راج جودھپور مارواڑ اور جناب مجتہد صاحب کے باہم اخباری مناظرہ جاری
تھا۔ مولوی صاحب موصوف اخبار نظام الملک میں اور مجتہد صاحب اخبار روز افزون بریلی میں
اپنے اپنے مضامین چھپواتے تھے۔ اسلیے ایڈیٹر صاحب اخبار نظام الملک مراد آباد نے یہ دیکھکر کہ
مجتہد صاحب بزرگان دین کی جانب میں سخت کلامی اور سب و شتم سے پیش آتے ہیں اور مولوی صاحب
صرف حق الامر ظاہر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں یہ نوٹ شائع کیا۔

ہم ایڈیٹر صاحب روز افزون سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا علمی مذاکرہ اسی کا نام ہے کہ بزرگان
دین کو سخت و سست کہا جائے اور اُنکے پیروں کو گالیاں دی جائیں۔ حضرت جن کو آپ
برا کہیں گے وہ بھی ضرور کبھی برا کہے گا گو آپ اپنے فعل کے مختار ہیں۔ لیکن ہم یہ دوستانہ
نصیحت کرتے ہیں کہ علمی بحث میں بزرگان دین کو برا کہنا برا ہے۔ اگر آپ کو عالم فاضل ہونے
کا دعوے ہے تو عالمانہ بحث کیجیے۔ تاکہ علم و کمال کا اظہار ہو۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو
کتابی دلائل سے ثبوت دیجیے اور قائل کیجیے تاکہ اختلافی مسائل میں لوگوں کو تحقیق ہو۔ یہ نہیں
کہ کتابی بحث کو تو در بغل کیا جائے اور مفت کی تو تو میں میں کی جائے۔ یہ علم ادب اور اسلامی
حمیت کے بالکل خلاف ہے۔ ع سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار۔ اب مان نہ مان تو ہے مختار۔

اس نوٹ کے شائع ہونے پر جناب مجتہد صاحب نے خود مناظرہ کرنا تو خلاف مصلحت
سمجھا اور اپنی جانب سے مولوی محمد اشرف صاحب مراد آبادی کو مولوی محمد ادریس صاحب کے
مقابلہ میں وکیل مناظرہ قرار دیا اور باہمی قرارداد سے یہ امر طے ہو گیا کہ دوران مناظرہ میں
فریقین اپنی اپنی دوسری تحریروں کو بند رکھیں تاکہ اُن کی اشاعت کسی فریق کے لیے اشتعال
کا موجب ہوکر پھر بھی مناظرہ کا بہانہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ جس طرح مجتہد صاحب نے خاموشی اختیار کی
ہمنے بھی اسوجہ سے کہ یہ رسالہ مولوی محمد ادریس صاحب کی تحریک سے لکھا گیا تھا اور اُنھوں نے

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّۃ

کہ

حصہ اول

رسالہ نافعہ

مسئلہ مقدوریت خلاف ما اخبر وخلاف منصوص کی تحقیق میں۔

جسکو منکرین قدرت باری تعالیٰ چالاکی سے امکان کذب بتاکر عوام کو بہکاتے اور علمائے
دین کی جانب سے بدظن کراکر مسلمانوں میں ناحق تفرقہ ڈلواتے ہیں۔

المسمی باسم تاریخی

تنزیہ الالٰہ السبوح عن نقصان العجز والقبوح

سنہ ۱۳۲۱ھ

جسمیں

جناب مولٰنا مولوی عبد المصطفیٰ احمد رضا خانصاحب بریلوی کے رسالہ واہیہ
سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح کا جواب نہایت خوبی اور متانت سے دیا
گیا ہے اور بحوالہ اقوال علمائے عقائد وکلام اس بحث کو حتی الوسع اچھی طرح واضح کیا گیا ہے

مولفہ

خادم العلماء محمد عبد الواحد عفی عنہ فاروقی حنفی۔ تھانوی۔ سابق سررشتہ دار محکمہ خاص
راج جودھپور مارواڑ۔ حال سررشتہ دار کونسل راج الور

حسب فرمائش منشی شیخ امیر احمد صاحب انصاری۔ حنفی۔ تھانوی

در مطبع انصاری دہلی بحسن سعی محمد عبد العزیز زیور طبع پوشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھُوَ قَادِرٌ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُمْکِنَاتِ بِالْاِیْجَادِ وَالْاِنْشَاءِ۔ مُنَزَّہٌ عَنْ شَوَائِبِ نقصِ العجز والقبوح والفحشاء۔ الذی لہ الخلق والامر فی کل حال ویفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔ لا یجب علیہ شیئٌ وھو یحیی ویمیت ویبدء ویعید۔ وینقص عن خلقہ ویزید۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الذی ھو افضل البشر واشرف الانبیاء لا نظیر لہ فی الخلق لا فی الارض ولا فی السماء۔ کیف لا وھو امام الرسل وخاتم الانبیاء والمرسلین۔ وثبت عدم نظیرہ باخبار اللہ تعالی وشرعہ المتین۔ لکن مع ذلک نظیرہ داخل تحت قدرۃ القدیر الخلاق لان الممکن لا یخرج عن الامکان بعلم الخبیر بالاجماع والاتفاق۔

وصلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین ۔ آمین آمین یا رب العلمین

اما بعد فیقول العبد المفتقر الی ربہ القوی۔ محمد المدعو بعبد الواحد الفاروقی۔ الحنفی۔ التھانوی۔

یا معشر المسلمین۔ اس زمانہ قرب قیامت میں کہ ہر طرف سے مخالفین ہمارے دین برحق کو مٹانے اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے لیے یہ امر ضروری نہیں ہے کہ اپنی اور اپنے مقدس دین کی حمایت میں تا بمقدور خود کوشش کریں۔ بیشک ایسے نازک وقت میں ہمکو کسی ممکن کوشش سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ ہماری غفلت اُس نعمت عظمی کی بے حرمتی کا باعث نہو جو دین اسلام کے نام سے منجانب اللہ ہمکو مرحمت ہوئی ہے۔

یہ سچ ہے کہ ہمارے دین برحق کا محافظ خود وہ حافظ حقیقی ہے جو سب کی حفاظت کرتا ہے اور اسلیئے یقین واثق ہے کہ یہ دین محترم قیامت تک دنیا کے تمام ادیان باطلہ پر غالب رہیگا۔ مگر دنیا چونکہ عالم اسباب ہے لہذا جس طرح باوجود اس یقین کے کہ وہ رزاق مطلق ہر حالت میں روزی پہونچائیگا۔ ہم رزق حلال حاصل کرنیکی سعی کیلئے مامور ہیں۔ اسیطرح اسلام اور مسلمانوں کی نصرت بھی تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

نصرت اسلام کی صورتیں وقت اور زمانہ کی مناسبت سے ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ اس زمانہ میں کہ دنیا کی تمام غیر قومیں اپنی اپنی قومیت کے شیرازہ کو مستحکم کر کے باہم متفق ہوتی جاتی ہیں اور سب کی سب ہمہ تن اسلام و مسلمانوں کے ضرر پہونچانے میں مصروف ہیں۔ اسلام کی نصرت اسی میں ہے کہ اسلام کے مختلف گروہوں میں جو آئے دن خانہ جنگیاں ہوتی رہتی ہیں انکو بند کرا کر کل مسلمانوں کو ایک قوم کی حیثیت سے مخالفین اسلام کے حملہائے بیجا کی مدافعت کیلئے آمادہ کیا جائے۔

اسمیں شک نہیں کہ تمام اسلامی فرقوں کا جملہ عقائد و اعمال میں متفق ہو جانا آسان امر نہیں بلکہ محالات عادیہ سے ہے۔ گو علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ حضرات اپنے نزدیک جس امر کو حق سمجھتے ہیں اُس کی طرف سب کو بلائیں۔ مگر جس بات کی اسوقت ضرورت ہے نہ وہ تمام فرق اسلامیہ کے جملہ عقاید و اعمال میں متفق ہونے پر منحصر ہے نہ اُسکے لیئے علمائے حقانی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی حاجت ہے بلکہ ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو مسائل مختلف فیہ ہوگئے ہیں اور جنکی وجہہ سے ہمارے دینی بھائیوں میں اکثر سر پھٹول ہو کر حکام غیر مذہب کی کچہریوں میں جانے اور اپنی پاک کتابوں کی توہین کرانے کی نوبت پہونچتی رہتی ہے اُن کی نسبت تحریری یا تقریری گفتگو کرتے وقت فرمان خداوندی "اُدع اِلی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة" کی تعمیل کا خیال رکھا جائے تاکہ تکرار ہو کر دنگہ فساد ہونے کی نوبت ہی نہ پہونچے۔ اور جب کسی مخالف دین کی جانب سے اسلام پر حملہ ہو تو سب مسلمان بہیئت مجموعی اُسکے دفع کرنیکے لیئے تیار ہو جائیں خواہ وہ حملہ اسلام کے کسی خاص گروہ ہی پر کیا جائے۔ اسلیئے کہ فرق اسلام میں چاہے کتنا ہی اختلاف ہو۔ لیکن کلمہ توحید میں سب متفق اللفظ ہیں۔ اور مخالفین اس توحید کے مٹانے ہی کے درپے ہیں۔

جہانتک ہمیں معلوم ہے ہمارے مقدس علما اس ضروری امر سے بے پروا نہیں ہیں۔ بلکہ وہ حضرات خدا انکی عمر میں برکت دے حتی الوسع حمایت اسلام میں مصروف رہتے ہیں مگر افسوس کہ بدقسمتی سے خود اسلام ہی میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو غیروں سے بڑھکر تخریب دین اور بیخکنی مومنین میں لگے ہوئے ہیں بلکہ اگر سچ پوچھیے تو جو نقصان ان لوگوں نے مار آستین بنکر اسلام کو پہونچایا ہے۔ بیرونی دشمنوں سے اُسکے عشر عشیر کا بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلیے کہ بفضلہ تعالیٰ اسلام وہ مصفی اور شایستہ دین برحق ہی کہ غیر لوگوں کو اول تو اُسپر کسی قسم کے اعتراض کا موقع ہی نہیں مل سکتا اور اگر کوئی شخص اعتراض کرے بھی تو نہایت آسانی سے اُسکا رد کیا جا سکتا ہے مگر ان حضرات کی کیفیت جداگانہ ہے۔ وہ اول تو اپنی اُن بدعات و رسوم جاہلانہ کو جو اُنھوں نے کفار و مشرکین سے اخذ کی ہیں کھینچ تان کر زبردستی اسلام کے سر تھوپتے اور کفار کو اسلام پر موتھ آنے کا موقع دیتے ہیں۔ دوسرے اُن مقدس علمائے دین کو جو نہایت دلسوزی اور خیرخواہی سے بدعات و رسوم مذکورہ کی شناعت تہذیب و شایستگی کے ساتھ اُن پر ظاہر کرتے ہیں۔ کافر بددین بتاکر لوگوں کی نظروں سے اُنکی وقعت اُٹھاتے اور اسلام کو ضعیف سے ضعیف تر بناتے ہیں۔

ہمارے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ارشاد ہے کہ اسلام کے کل فرقے خواہ وہ کچھ ہی کہلاتے ہوں۔ مسلمان ہیں۔ کسی اہل قبلہ کو تاوقتیکہ انکار ضروریات دین نکرے کافر کہنا درست نہیں۔ بلکہ اُنکو علی العموم کافر کہنے والا خود کافر بددین ہے۔ مگر یہ فرقہ جدیدہ سوائے فرقہ سنت والجماعت کے دوسرے فرق اسلام کو علانیہ اور پیروان مذہب سنت والجماعت کو در پردہ کافر و بددین کہکر اپنا فوارہ کفر ہونا ثابت اور محقق کر رہا ہے۔

چنانچہ سنیوں ہی میں سے اُن لوگوں کو جو اپنے آپکو اہل حدیث کہتے ہیں اور نیز اُن علما کو جو ہیں تو مقلد مگر اُنکی مروجہ رسوم و بدعات کو داخل شرع شریف نہیں سمجھتے۔ یا لڑائی جھگڑے۔ گالی گلوچ سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں ان لوگوں نے خارج از اسلام قرار دے رکھا ہے۔ حتی کہ جو شخص اُنھیں مسلمان سمجھے اُس کو بھی مسلمان نہیں جانتے۔

مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو حضرت مولینا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور اُن کے خاندان کے علما مثل مولانا شاہ اسمعیل شہید و مولنا شاہ اسحق وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی بزرگی اور

اُنکے علم کے قائل نہوں - مگر یہ تازہ دم بزرگوار اُنسے زیادہ بُرا کسی کو بھی نہیں جانتے - اور باوجودیکہ وہ حضرات عرصہ ہوا جوار رحمت الٰہی میں جگہ پا چکے ہیں - یہ لوگ ابھی تک اُنکی تکفیر و تضلیل کا اعلان کرکے اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی کو بڑھا رہے ہیں اور رات دن اُنھیں گالیاں دینے اور اُنپر تبرا بازی کرنیکو بڑے ثواب کا کام جانتے ہیں اور محض اُنکے اتباع کی وجہ سے علما و صلحائے دیوبند سہارنپور - گنگوہ شریف - لکھنؤ - دہلی وغیرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے یہانتک حکم لگا رہے ہیں کہ اُنسے اور اُنکے متبعین سے ملنا - جلنا - سلام و کلام - مسجدوں و مجلسوں میں ایک جگہ جمع ہونا حرام اور موجب کفر ہے اور اسی بنا پر مجلس ندوۃ العلما میں شریک ہونیوالوں پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے جسمیں ہر سال علما کی ایک بڑی جماعت جمع ہوتی ہے -

ان لوگوں نے عوام کو اپنا جانب دار بنانے کے لیے دو طریقے ایجاد کیے ہیں -

(۱) یہ کہ جس عالم کو اتباع شرع شریف اور ترک رسوم و بدعات کا وعظ کہتے ہوئے سنتے ہیں اُسے بلا تکلف وہابی کہدیتے ہیں - حالانکہ وہابیوں کا وجود علاقہ نجد میں ہی سنہ ۱۸۱۲ع مطابق سنہ ۱۲۲۳ھ کے بعد ہوا ہے اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ و دیگر علمائے سلف جن کی تالیفات سے ان لوگوں کی مروجہ رسوم و بدعات کا خلاف شرع ہونا ثابت ہے - وہابیان نجد کیا - خود عبدالوہاب نجدی کے وجود سے بھی بہت پہلے ہو گزرے ہیں - لہذا علمائے خاندان شاہ صاحب موصوف و اُنکے تلامذہ و اتباع کو وہابی کہنا - افترا پردازی اور اتہام بندی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے -

(۲) یہہ کہ علمائے دین کے ارشادات کا مطلب ایسے بُرے الفاظ میں عوام کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ جس سے خواہ مخواہ تنفر ہو - اور عوام کالانعام جو اُنکے اصل ارشاد کو دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے دھوکا کھائیں - اور اسی طرح علمائے سلف کی کتابوں میں جو عبارتیں اُنکے عقائد کا رد کرتی ہیں - اُنھیں چھوڑکر بعض ادھوری عبارتیں کتر بیونت کے ساتھ اپنی ہفوات بیہودہ کے ثبوت میں پیش کردیتے ہیں جس سے ناواقف لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ درصل اُنکی لایعنی رسوم و بدعات داخل شرع شریف ہیں - اور ان باتوں سے بجز اِسکے کہ نفس اسلام کو نقصان پہونچے اور کوئی نتیجہ متصور نہیں ہو سکتا -

ہمارے علمائے دین کا طرز عمل تو یہ رہا ہے کہ اگر کسی شخص کے کلام میں کوئی لفظ ایسا دیکھتے

یا سُنتے تھے جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتا تھا تو بتقاضائے حسن ظن اُسکی تاویل کرکے عمدہ محمل پر لے آتے تھے اور باوجود اُس غلطی کے کسی عالم کی بدگوئی کو جائز نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر لفظے صادر شدہ است کہ ظاہرش مطابقت بعلوم شرعیہ ندارد۔ آنرا باندک توجہ از ظاہر صرف نمودہ مطابق باید ساخت۔ و مسلمانے را متہم نباید ساخت۔ اشاعت فاحشہ و تفضیح فاسق ہرگاہ در شریعت حرام و منکر باشد۔ تفضیح مسلمانے بمجرد اشتباہ چہ مناسب بود۔ و شہر بشہر منادی آن کردن کدام تدین باشد۔ طریق مسلمانی و مہربانی آنست کہ کلمہ کہ ظاہرش مخالف علوم شرعیہ است۔ اگر از شخصے صادر شود باید دید کہ قائل او کیست۔ اگر ملحد و زندیق است ردّ آن باید کرد۔ و در اصلاح آن نباید کوشید۔ و اگر قائل آن کلمہ از مسلمانان بود و ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد۔ در اصلاح سخن او باید کوشید و محمل صحیح از برائے آن پیدا باید کرد۔ یا از اں قائل حل آن باید طلبید۔ و اگر در حل عاجز آید نصیحتش باید کرد۔ و امر معروف و نہی عن المنکر برفق اولی است کہ باجابت نزدیکتر است و اگر مقصود اجابت نباشد و تفضیح مطلوب بود۔ امر دیگر است (انتہی بلفظہ)

(دیکھو مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب صد و بست و سوم صفحہ ۲۳۰)

اِن نوخیز حضرات نے اُسکے خلاف یہ طرز اختیار کر رکھا ہے کہ علمائے دین کے کلام میں اگرچہ کوئی کلمہ بظاہر خلاف شرع ہونا درکنار۔ وہم کا احتمال بھی نہو تاہم اپنی طرف سے ایک مطلب فرض کرکے براہ افتراپردازی بیان کر دیتے ہیں اور پھر اُس بنائے ہوئے مطلب پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے لگتے ہیں۔ جن سے علمائے دین کا دامن تو بہر حال پاک ہی رہتا ہے۔ اور وہ گالیاں ایک کی دس بلکہ سو بنکر اُنھیں پر پڑتی ہیں۔ اور اُن کی چالبازیاں ہمیشہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ مگر نہ معلوم کس قسم کے حیادار ہیں کہ اُنھیں مطلق اپنی رسوائی کا خوف نہیں ہوتا۔ اور باینہمہ اپنے سوا دنیا بھر میں کسی کو مسلمان ہی نہیں جانتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ میاں کی لمبی چوڑی بہشت کو جسمیں بیشمار مخلوق کی گنجایش ہے۔ اپنے نانا جان کا بالاخانہ سمجھ رکھا ہے۔ جسمیں داخل ہونے کا مستحق اپنے سوا کسی اور شخص کو نہیں سمجھتے۔ مگر اہل عقل کے نزدیک وہ دنیا سے نرالے نازک مزاج حضرات اُس لڑا کا

بہو سے مشابہ ہیں۔ جو اپنی سسرال کے سب آدمیوں کو بُرا بتاتی تھی۔ اور بالآخر اسکو یہ جواب ملا تھا کہ بی نیک بخت سب اچھے ہیں صرف تو ہی بُری معلوم ہوتی ہے۔

غرضکہ یہ حضرات اگرچہ مسلمانوں میں ملے ہوئے ہیں۔ لیکن اُنکا برتاؤ بتا رہا ہے۔ کہ وہ غیروں سے زیادہ اسلام کے خطرناک دشمن ہیں۔ اسلیئے کہ غیر مسلم اقوام میں سے اگر کوئی شخص ہمارے علما کی بُرائی بیان کرے تو کسی کو اُس کی بات کا اعتبار تک نہو گا۔ اور علمائے دین سے جو عقیدت ہوگی اُسمیں ہرگز فرق نہیں آئیگا۔ اور یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں بمعہذا علمائے دین کی عظمت عوام کے دلوں سے اُڑانے کی انھوں نے بہت سی ترکیبیں بھی ایجاد کرلی ہیں اور ہندوستان میں جہاں کہیں دنگہ فساد۔ مارکٹائی۔ مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں ہوکر مقدمہ بازیوں کی نوبت پہونچتی ہے۔ اس گروہ جدیدہ کا قدم ضرور درمیان میں ہوتا ہے چنانچہ اپنے ہم خیال لوگوں کے سوا دوسرے مسلمانوں کو اپنی مسجدوں مجلسوں میں نہ آنے دینا اچھے لوگوں کو بُرے الفاظ سے یاد کرنا۔ دوسری قسم کے مسلمانوں کے آنے سے مسجدوں کو دھلوانے اور لوٹے تڑوانے کا فتویٰ دینا۔ خاص اُنھیں حضرات کا کام ہے۔ اور اُنمیں سے بعض نے تو یہانتک زیادتی پر کمر باندھی ہے کہ اپنے ہم خیال لوگوں کے سوا دوسرے لوگوں کے ایک جوتا مارنے میں دس رکعتوں کا ثواب بتلاتے ہیں۔ اور اُن کی عورتوں سے زنا وغیرہ کو بھی جائز ٹھیراتے ہیں۔ جیسا کہ اُنکے بعض نام کے مولوی جودھپور میں بھی اس قسم کے سکھا شاہی حکم سنا گئے ہیں۔ اور یہی باتیں فساد اور نااتفاقی پھیلنے کا موجب ہیں۔ لہذا جبتک یہ گروہ مواد فاسد کی طرح مسلمانوں میں موجود ہے مسلمانوں کی حالت ہرگز درست نہیں ہو سکتی۔ نہ وہ متفق ہوکر بہیئت مجموعی کوئی کام کرنیکے قابل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جسطرح خون فاسد جسم انسانی سے نکال کر حکمائے ظاہر جسم کی اصلاح کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھی اس قابل ہیں کہ اگر موعظت حسنہ وغیرہ کی نرم دواؤں سے اُنکی درستی نہو سکے تو اُنھیں قطعاً علیحدہ کیا جائے تاکہ پھر ناواقف مسلمان اُن کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اور اسلام اُس مضرت سے جو اُن کی وجہ سے پہونچ رہی ہے محفوظ رہے۔

اِس گروہ جدیدہ میں اگرچہ متعدد حضرات کا نام لیا جاتا ہے مگر سب سے زیادہ شہرت جناب مولانا مولوی ہدایت الرسول صاحب لکھنوی کے نام نامی کو حاصل ہے۔ آپ لکھے پڑھے

توبرائے نام ہی ہیں۔ مگر بعض تماشا گاہوں میں ملازم رہنے سے اسدرجہ بے باک ہو گئے ہیں کہ خواہ کسی بزرگ کا نام آپکے سامنے لیا جائے۔ گالی بدون اُسکا ذکر خیر نہیں کرینگے۔ حتی کہ حکام وقت سے بھی نہیں چُوکتے۔ قانون تعزیرات ہند میں دفعہ ۱۲۴ ضمن الف غالباً آپ ہی کی زباندرازی کی بدولت ایزاد ہوئی ہے۔ اور کئی مرتبہ اُسی زبان کی وجہ سے بڑے گھر کی ہوا بھی کھا چکے ہیں اور اسوقت بھی بمبئی کے جیل میں رونق بخش ہیں۔ وہاں سے چھوٹنے پر دیکھیے اور کیا گل کھلاتے ہیں۔

اُنکے بعد دوسرا نمبر جناب مولنا مولوی عبد المصطفے احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے یہ بزرگوار ہیں تو قوم سے پٹھان۔ جنمیں بہ نسبت مولوی ہدایت الرسول صاحب کے زیادہ حرارت ہونی چاہیئے تھی اور اسلیئے اُن کو اول اور مولوی ہدایت الرسول صاحب کو دوم کہنا چاہیئے تھا مگر افواہاً سنا گیا ہے کہ جناب موصوف کے مادری سلسلہ میں اکثر عزیز و اقارب امامیہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو تقیہ کو اعظم عبادات سے جانتے ہیں۔ غالباً اسی کمزوری کی وجہ سے جناب ممدوح اول الذکر بہادر کی طرح مجالس اور عام شاہراہوں پر تو بزرگان دین کو گالیاں نہیں دیتے۔ مگر خفیہ جلسوں اور اپنی تالیفات میں یہ بھی مولوی ہدایت الرسول صاحب سے کسی طرح پیچھے نہیں رہتے۔ آپکی جس تالیف کو دیکھا جائے۔ کام کی بات تو اُسمیں کہیں شاذ و نادر ہی ملیگی۔ البتہ شروع سے اخیر تک نہایت فحش اور خلاف تہذیب گالیوں کا مجموعہ نظر آئیگا۔ اور کوئی نیک طینت و منصف مزاج شخص اُنھیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کریگا۔ با اینہمہ اُنکے جاہل معتقدین اُنھیں سوختنی اوراق کو کلام الٰہی اور احادیث رسالت پناہی پر ترجیح دیتے ہیں۔ سچ ہے۔

"آدمیاں گم شدند ملک جہاں خر گرفت"

تاہم شکر ہے کہ اُسی تقیہ کی تعلیم سے مستفید ہو کر جناب ممدوح ابتک اپنی تصانیف کو صرف اپنے حوارئین تک ہی محدود رکھتے تھے۔ اور اسوجہ سے آپکو وہ شہرت نصیب نہیں ہو سکی تھی جو مولنا مولوی ہدایت الرسول صاحب حاصل کر چکے ہیں۔ مگر حال میں اُنھوں نے کسی قدر جرأت کرکے اپنے ایک معتقد میر محمود علی صاحب کے نام سے ایک اخبار "روز افزون" نامی نکالنا شروع کر دیا ہے جسمیں اکثر مضامین آپ ہی کے قلم سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور گو

پریس ایکٹ کے خوف سے کھلم کھلا فحش الفاظ اُنمیں نہیں ہوتے۔ مگر ضلع جگت اور اشاروں کنایوں میں جو جو ناپاک باتیں لکھ جاتے ہیں۔ ہر شخص کو معلوم ہوجاتا ہے۔

چونکہ اُنکے چھوٹے چھوٹے رسالوں سے دنیائے اسلام کو چنداں نقصان کا اندیشہ نہ تھا۔ مگر یہ اخبار ایک فوج کا قائم مقام ہے معہذا وہ رسالے صرف آپکے معتقدین ہی دیکھتے تھے اور اخبار ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اُسکا ضرر بہ نسبت رسالوں کے زیادہ خیال کر کے بعض بہی خواہان اسلام آپکے مقابلہ کے لیئے تیار ہوگئے۔ منجملہ اُنکے ہمارے ایک دوست مولوی محمد ادریس صاحب صدیقی حنفی۔ تھانوی وکیل عدالتہائے صدر ریاست جودھپور مارواڑ بھی ہیں۔ اُنھوں نے اس اخبار کے خلاف شرع مضامین کے مقابلہ میں دہلی کے اخبار دارالعلوم اور مراد اباد کے اخبار نظام الملک کو جوابی مضامین دینے شروع کئے۔ چنانچہ اُنکے بہت سے مضمون شائع ہوچکے ہیں اور بہت سے عنقریب شائع ہونے والے ہیں اور امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف اِس بھلے آدمی کو تا بدروازہ پہونچا کر رہینگے۔

اِسی سلسلہ میں ۲۴ فروری ۱۳ء کا اخبار "روز افزون" دیکھا گیا تو اُسمیں اُس بریلوی بزرگوار نے اپنے رسالہ واہیہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح کی بے انتہا تعریف لکھ کر دعویٰ کیا تھا کہ ۱۳۰۷ھ سے آجتک کوئی سنی المذہب عالم اُسکا جواب نہیں لکھ سکا۔ لہذا اُس رسالہ کی تلاش شروع کی گئی۔ خود مولف صاحب اور ایڈیٹر صاحب "روز افزون" کو خطوط لکھے گئے۔ اور دوسرے احباب کو بھی تکلیف دیگئی۔ مگر رسالہ دستیاب نہیں ہوا۔ بلکہ بعض احباب نے یہانتک لکھا کہ ایسی کتابیں کانفیڈنشل تحریرات کی طرح صرف اُنھیں لوگوں کو مل سکتی ہیں جو مولف صاحب کے گروہ میں شامل ہوں۔ چنانچہ مجبوراً اُنھیں کے ایک معتقد سے وہ رسالہ مستعار منگانا پڑا۔ مگر اُسے دیکھکر سخت افسوس ہوا کہ ایک مذہبی مسئلہ کو کس بُرے پیرایہ میں لکھا گیا ہے کوئی صفحہ ایسا نہیں ہے جسمیں پاک لوگوں کی شان میں ناپاک الفاظ نہ لکھے ہوئے ہوں۔ غالباً اس رسالہ کا جواب نہ لکھے جانے کی ایک وجہ یہ فحش نگاری بھی ہے ورنہ اصل معاملہ صاف ہے۔ علمائے دین تو درکنار ایک ادنیٰ طالب علم بھی نہایت آسانی سے اُسکا رد لکھ سکتا ہے۔ ہاں گالیوں کا جواب دینا البتہ مشکل امر ہے۔

مولوی محمد ادریس صاحب نے رسالہ مذکور کا جواب ہمارے متعلق کیا۔ ہمکو اگرچہ مشاغل ضروریہ سے اسقدر فرصت نہیں تھی کہ ایسے کام کی طرف توجہ کر سکیں۔ مگر ہم دیکھتے تھے کہ مولویصاحب موصوف ہم سے بھی زیادہ عدیم الفرصت تھے۔ اسلیئے پہلو تہی کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا چنانچہ خدائے قادر و متعال کے نام پر ہم اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق وھو خیر الرفیق

واضح ہو کہ یہ بریلوی بزرگوار اجتہاد کا بھی دعویٰ رکھتے ہیں اور خود ہی اپنے نام نامی کے ساتھ حسب ذیل تعریفی الفاظ لکھا کرتے ہیں۔

عالم اہل سنت۔ مجدد والوقت۔ صاحب تصانیف کثیرہ باہرہ۔ وتالیفات شہیرہ ظاہرہ۔ فاضل بریلوی وغیرہ وغیرہ۔

اسلیئے عموماً آپ مجتہد صاحب کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور بعض مناسبتوں سے ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اُنھیں اسی لقب سے یاد کریں۔ ہمارے رسالہ کے ناظرین اسکا خیال رکھیں اور اس رسالہ میں جہاں کہیں لفظ مجتہد نظر آئے اُس سے بشرطیکہ سیاق عبارت سے کوئی اور معنی مراد نہوں۔ اُنھیں بریلوی مجتہد العصر صاحب کو مراد لیں جناب موصوف نے اُس رسالہ کے سرورق (ٹائیٹل پیج) پر حسب ذیل دو نام لکھے ہیں۔

(۱) سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۲) دو صد تازیانہ بر فرق جہول زمانہ

اِن دونوں ناموں سے سنہ ۱۳۰۷ھ نکلتے ہیں۔ اور اس قسم کے تاریخی نام رکھنے کو جناب ممدوح اپنے خیال میں بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ابجد خوان بچے بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ با اینہمہ دوسرا نام جناب کی تہذیب و شائستگی کا نمونہ بھی ہے۔ علمائے دین سے گفتگو اور یہ الفاظ اور علما بھی ایسے کہ اُنمیں سے ایک تو بصورت زندگی جناب ممدوح کے پرداداسے بھی بڑے ہوتے اور باقی بھی جو موجود ہیں بلحاظ عمر آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ بھلا ہمسے اِس معاملہ میں جناب مجتہد صاحب بہادر کی ہمسری کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم تو ہمیشہ سے "با ادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب" سنتے چلے آئے ہیں لہٰذا ہم صرف پہلے نام کے مقابلہ میں تاریخی نام تنزیہ الالہ السبوح عن نقصان العجز والقبوح جس سے سنہ ۱۳۲۱ ہجری

رسالہ رواں) نکلتے ہیں - درج سرورق رسالہ ہذا کرینگے - مگر جناب ممدوح ہماری اس انسانیت کو عجز پر محمول نہ فرمائیں اسلیئے کہ انکے مذاق کے موافق ممکن تھا کہ دوسرا نام "دو ہزار کفشہائے کلاں برسر پاگل بدزبان" رکھدیا جاتا جسمیں سے وہی سنہ نکلتے ہیں جو اصلی نام کے ہیں - مگر چونکہ ہم خلاف تہذیب گفتگو کرنا کسی سے بھی جائز نہیں سمجھتے - بلکہ اسکو شرافت کے خلاف جانتے ہیں - لہذا ایسا نام رسالہ کے سرورق پر لکھا جانا ہمیں ہرگز پسند نہیں ہے - اور امید ہے کہ آئندہ آنجناب بھی ایسی باتوں سے پرہیز کرینگے -

جس رسالہ کا ذکر اوپر ہوا ہے - وہ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب میں لکھا گیا ہے -

(استفتاء)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دربارۂ مسئلہ امکان کذب باری تعالے جسکا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ و دیوبند اور انکے اتباع آجکل بڑے زور شور سے کررہے ہیں -

تحریرًا - کتاب براہین قاطعہ میں کہ مولوی خلیل احمد انبہٹی کے نام سے کی گئی ہے (جس کی لوح پر لکھا ہے - بامر حضرت چنیں وچناں - مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی - اور خاتمہ پر انکی تقریظ باین الفاظ ہے - احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور اپنے مصنف کی وسعت علم اور صحت ذکاوفہم پر دلیل کافی ہے - حق تعالے اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے - اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین بنائے - جس سے ثابت ہے کہ گویا کتاب ہی تالیف آپکی ہے - صفحہ ۳ پر یوں مکتوب ہے - امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا - بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں - رد مختار میں ہے هل یجوز الخلف فی الوعید فظاهر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازه پس اسپر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے - اور اسپر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے - اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے - انتہی ملخصًا -

تقریرًا - مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے -

مگر بول سکتا ہے - بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیجدے تو کسی کا اجارہ نہیں ہے - اور یہی امکان کذب ہے انتہے -

پس ایسا عقیدہ کیسا ہے - اور اُسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں - جس کا اعتقاد ایسا ہے - سچی بات بتاؤ اور اجر پاؤ -

المستفتی ابو محمد صادق علی مداح عفی عنہ گڈھ مکتیسری از میرٹھ

اِس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل علمائے گنگوہ و دیوبند سے سخت عناد رکھتا تھا اسلیئے کہ اُسنے حضرات مولنا مولوی خلیل احمد و مولنا مولوی ناظر حسن صاحبان کے اسمائے مبارک کے ساتھ لفظ صاحب تک لکھنا گوارا نہیں کیا - اور حضرت مولنائے گنگوہی مدظلہ العالی کے نام نامی کے ساتھ جو الفاظ اصل کتاب میں لکھے ہوئے تھے اُنکو حذف کر کے چنیں و چناں لکھا اور اپنی بدتہذیبی کو ظاہر کر دیا - اگر وہ فی الحقیقت ایک سائل کا درجہ رکھتا تھا تو مسئلہ کی تحقیق سے پہلے کسی عالم کی ساتھ بے ادبی اور گستاخی سے پیش آنے کا اُسکو ہرگز منصب نہ تھا - اِسکے علاوہ اُس نے حسب ذیل خیانتیں بھی کی ہیں -

(۱) براہین قاطعہ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو ابتداءً لکھی گئی ہو - بلکہ وہ جواب ہے جناب پیرجی عبد السمیع صاحب مرحوم کے رسالہ انوار ساطعہ کا - مگر اُسنے اس واقعہ کو چھپایا اور یہ نہیں بتایا کہ یہ عبارت پیرجی صاحب موصوف کی کس عبارت کے جواب میں ہے - تاکہ ابتدا کنندہ کون تھا سب کو معلوم ہو جاتا -

(۲) اُسنے کتاب مذکور کی پوری عبارت نقل نہیں کی - بلکہ تحریف کیساتھ لکھا اور بلھنگا لکھدیا -

(۳) جناب مولانا مولوی ناظر حسن صاحب کا ارشاد یوں تھا -

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے جھوٹ بولا نہ بولے مگر بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیجدے تو کسی کا اجارہ نہیں - اور اسی کو امکان کذب کہا جاتا ہے -

سائل نے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیئے اس ارشاد میں لفظ بول سکتا ہے - اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے - اور یہی امکان کذب ہے - بجائے اسی کو امکان کذب کہا جاتا ہے کے لکھ مارا ہے -

بہر حال چونکہ یہ سائل جناب مجتہد صاحب بالقابہ کا پیرو ہے۔ لہذا اس تحریف و تبدیل اور بے ادبی کی اُس سے شکایت نہیں ہو سکتی۔ وہ جیسا طریقہ اپنے پیشواؤں کا دیکھتا ہے اُسکے خلاف کب کر سکتا ہے۔ جناب مجتہد صاحب قبلہ نے اِس چند جزو کے رسالہ میں علمائے کلام کی کتابوں میں سے تحریف اور کتربیونت کے ساتھ عبارتیں نقل کرنے میں کونسی کمی رکھی ہے جو وہ کرتا۔ اور علما کی توہین میں کونسا دقیقہ مجتہد صاحب نے چھوڑا ہے جو وہ غریب چھوڑتا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں عبارتوں سے جو سائل نے نقل کی ہیں ہر دو علمائے موصوفین کا عقیدہ کیا معلوم ہوتا ہے۔

براہین قاطعہ کی عبارت منقولہ کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ مسئلہ امکان کذب جدید نہیں ہے۔ بلکہ خلف وعید کے مسئلہ کی نسبت قدما میں اختلاف ہو چکا ہے اور امکان کذب اُسی کی فرع ہے۔ یعنی اُسی خلف وعید کی بحث میں امکان یا مقدوریت کذب کی بحث بھی موجود ہے اور صاحب براہین قاطعہ کا یہ ارشاد ایسا صحیح ہے کہ اُس سے کوئی شخص انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ہم آیندہ ثابت کرینگے۔ گو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے ناواقفوں کو مغالطہ دینے کے واسطے اس رسالہ میں کچھ کا کچھ حوالہ قلم فرما دیا ہے۔

مگر باوجودیکہ قدما میں اِس مسئلہ کا مختلف فیہ ہونا ثابت ہے اور مسئلہ مذکور کا مختلف فیہ ہونا حسب ارشاد صاحب براہین قاطعہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ تاہم اُنھوں نے براہین میں جو کچھ لکھا ہے یا جسقدر عبارت براہین سے سائل نے نقل کی ہے اُسکو صاحب براہین کے ذاتی عقیدہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اِسلیئے کہ جسطرح وتر کی ایک رکعت کہنے والوں پر پیرجی عبد السمیع صاحب مرحوم نے طعن کیا تھا اور اُسکے جواب میں صاحب براہین قاطعہ مدظلہ العالی نے اُس مسئلہ کا مختلف فیہ ہونا بیان کر کے طعن و تشنیع سے روکا تھا اُسی طرح مسئلہ زیر بحث کا مختلف فیہ ہونا بھی ظاہر کر کے طعن و تعجب سے منع کیا ہے۔ یہ تو کہا ہی نہیں کہ جناب موصوف خود اُسکے معتقد ہیں۔ یا دوسروں کو بھی ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ لہذا صرف مختلف فیہ کہنے سے یہ سمجھ لینا کہ قائل اُسکا معتقد ہے۔ یا طعن و تشنیع سے منع کرنے کو جو محض اسی وجہ سے ہو کہ اُسکا اثر اگلے بزرگوں پر پہونچتا ہے اصل اعتقاد سمجھ جانا انتہا درجہ کی خوش فہمی ہے۔

جناب سائل صاحب نے عبارت مذکور سے صاحب براہین قاطعہ پر اس مسئلہ کے معتقد ہونے ہی کا الزام نہیں لگایا بلکہ اُسکے اعلان کا بہتان بھی باندھا ہے جس سے ذات شریف کی انصاف پسندی ترشح ہوتی ہے ۔ مگر وہ بیچارہ کیا کرے اُسکے پیشواؤں کا دماغ ہی کچھ اس قسم کا واقع ہوا ہے کہ وہ کچھ کا کچھ سمجھا کرتے ہیں ۔ مثلاً اس نئی جماعت میں ایک بزرگوار جناب مولنا مولوی نذیر احمد خانصاحب رامپوری ثم الاحمد ابادی بھی ہو گزرے ہیں ۔ اُنھوں نے اس مختصر سی صاف اُردو عبارت کا مطلب سمجھ کر یا بنا کر جو استفتا علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سامنے پیش کیا تھا وہ بلفظہ ذیل میں مدرج ہے ۔

براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے ۔ اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں جھوٹ کا احتمال پیدا ہوتا ہے ۔ یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن بھی جھوٹا ہے ۔ اور اُسکے احکام بھی غلط ہیں ۔ اور براہین کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۔

ناظرین غور فرمائیں کہ براہین قاطعہ میں وہ عبارت جسکا ان مولوی خانصاحب نے حوالہ دیا ہے کہاں ہے ۔ لہذا اُنکا یہ کہنا کہ براہین کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۔ صریحاً خلاف واقع ہے ۔ اور اگر کچھ لوگ گمراہ ہوئے بھی ہوں تو وہ براہین کی عبارت سے نہیں ہوئے ہونگے ۔ بلکہ اُن حضرات کی سخن سازی سے ہوئے ہونگے جنمیں سے ایک یہ ذات شریف بھی تھے اور جنھوں نے اپنے جھوٹ کو صرف ہندوستان ہی میں نہیں محدود رکھا بلکہ خدائے جل و علی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تک پہونچایا ۔

ہاں خوب یاد آیا جناب باری عز اسمہ نے اپنے کلام مجید کی نسبت بھی یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً ارشاد فرمایا ہے ۔ پس اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے کوئی بدبخت گمراہ ہو تو اُسکا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ اُس آیہ شریفہ نے اُسے گمراہ کیا ۔ بلکہ اُس سے یہ مراد ہو گی کہ شیطان علیہ اللعن نے اُس آیہ وافی ہدایہ کا اُلٹا مطلب اُسے سمجھایا اور اسوجہ سے وہ بہکا ۔ چونکہ براہین قاطعہ بھی بالکل کلام الٰہی سے ہی ماخوذ ہے ۔ لہذا اُسکی عبارت سے بھی کسی کے گمراہ ہونے کی یہی صورت ہو سکتی ہے یعنی بعض کو خود شیطان نے ورغلایا ہو گا اور بعض کو شیطان کے چیلے چانٹوں نے اچھی خاصی صاف عبارت کا اُلٹا مطلب سنا کر گمراہ کیا ہو گا ۔ مگر اُس سے صاحب

براہین پر کوئی حرف نہیں آسکتا اور جب بڑے میاؤں کا یہ حال ہے تو سائل صاحب جو انکے مداح ہیں اور انکے سامنے چھوٹے میاں ہیں اُنکا پوچھنا ہی کیا ہے۔

غرضکہ براہین قاطعہ کی کسی عبارت سے مسئلہ امکان کذب کا اعلان جو سائل نے سمجھا ہے یہ اُس کی سمجھ کی غلطی ہے۔ ہاں یہ سوال وہ ضرور کر سکتا تھا کہ آیا یہ مسئلہ قدما میں مختلف فیہ رہا ہے یا نہیں سو اسکا جواب اگرچہ مجتہد صاحب نے نفی میں دیا ہے۔ لیکن کتب علم عقاید وکلام سے جیساکہ ہم ثابت کرینگے اُسکو اثبات میں جواب مل سکتا تھا۔

اب رہا حضرت مولنا مولوی ناظر حسن صاحب دیوبندی کا ارشاد۔ اُسمیں صرف قدرت خداوندی کا اظہار ہے۔ اُس سے انکار کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اسلیئے کہ دوزخیوں کو بہشت میں اور بہشتیوں کو دوزخ میں بھیجنے کی قدرت جناب باری عزاسمہ کو نہ ماننا اہل سنت میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے اختلاف اگر ہے تو اُسکے شرعاً واقع ہونے یا نہونے کی بابت ہے۔ ہم بزرگان دین کے ارشادات سے انشاء اللہ العزیز اس امر کو آئندہ تنزیہہ چہارم کے جواب میں ثابت کرینگے۔ لہذا مولنائے ممدوح کا ارشاد بھی قابل اعتراض نہ تھا۔ رہا لفظ امکان کذب جو اس عبارت میں ہے وہ مخالفین کا مقولہ ہے کہ وہ مثبتین قدرت کے عقیدہ کو امکان کذب کے نام سے مشہور کر کے عوام کو بھڑکاتے اور علمائے دین کی جانب سے بدظن کراتے ہیں۔

چونکہ لفظ امکان دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک بمعنی مقدوریت جس سے صرف یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ شے جسکے ساتھ لفظ امکان شامل کیا گیا ہے۔ تحت قدرت ہے۔ مگر تحت قدرت ہونے سے اُسکا وقوع ضروری نہیں ہوتا۔ دوسرے معنی لفظ امکان کے احتمال وقوع ہیں۔ عام لوگ لفظ امکان سے پچھلے معنی سمجھتے ہیں۔ اُنکے سامنے جب کسی امر کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ ممکن ہے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ امر مذکور محتمل الوقوع ہے مگر کتب علم عقائد وکلام میں لفظ امکان سے اول معنی مراد لیئے جاتے ہیں۔ لہذا علمائے دین کے مخالفوں نے عوام کو اپنا جانبدار بنانے کے لیئے مسئلہ مقدوریت خلاف ما اخبر وخلاف منصوص کو امکان کذب کے نام سے شہرت دے رکھی ہے تاکہ حسب اصطلاح کتب علم کلام اِس لفظ کو مقدوریت خلاف ما اخبر کا ترجمہ بھی کہہ سکیں اور ناواقف اپنی سمجھ کے موافق اُسکا مفہوم سمجھکر علما سے برگشتہ بھی ہو جائیں ورنہ علمائے دین کا جو مذہب اس بارہ

میں ہے وہ صرف اُسی قدر ہے کہ جناب باری عزاسمہ جسطرح اپنے فرمودہ کے موافق ظہور میں لاتا ہے۔ اُسی طرح اُسکے خلاف پر بھی قادر ہے۔ گو اپنے اختیار سے خلاف فرمودہ خود کو کبھی ظہور میں نہیں لاتا۔ یعنی یہ ظہور میں نہ لانا اختیار سے ہے۔ اضطرار سے نہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں جو سوال پیش ہوا اور جو کچھ جواب علمائے دین کی طرف سے دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

(استفتاء)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں اور خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں۔ اور جو شخص خدائے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے۔ بینوا۔ توجروا

الجواب

ذات پاک حق تعالیٰ اجل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ اُسے متصف بصفت کذب کہا جائے۔ معاذاللہ تعالیٰ۔ اُسکے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے۔ وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے۔ اور مخالف قرآن وحدیث۔ اور اجماع امت کا ہی وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہی کہ خدائے تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے۔ وہ حکم قطعی ہے۔ اُسکے خلاف ہرگز ہرگز نہ کریگا۔ مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اِس بات پر کہ انکو جنت دیدیوے۔ عاجز نہیں ہو گیا۔ قادر ہے۔ اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نکریگا قال اللہ تعالےٰ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین۔ اِس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا۔ مگر جو فرما چکا ہی اُسکے خلاف نکریگا۔ اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں۔ وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے۔ یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی تحت قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الخ لکھتا ہی کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں۔ اور یہ ہے عبارت اُس کی۔ وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ فتویٰ حضرت مولانائے گنگوہی مدظلہ العالی کا ہے اور علمائے مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا اُس کی تصحیح فرما چکے ہیں۔ اصل فتویٰ موجود ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے۔

اِس فتوے کی رو سے علمائے دین کا یہ عقیدہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب باری عزاسمہ اپنے فرمودہ کے خلاف پر قادر تو ہے مگر کبھی ایسا کریگا نہیں۔ اور یہ نکرنا بھی اختیار سے ہی اضطرار سے نہیں۔ اُنکے مخالفین اسی عقیدہ کا نام امکان کذب رکھ کر اُس سے انکار کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ جناب باری عزاسمہ کی جناب میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کسی شے کی نسبت ہونے یا نہونے کی خبر دینے کے بعد اُسکے خلاف کرنے کی قدرت ہی اُس تعالیٰ شانہ کو نہیں رہتی اور معاذ اللہ وہ مجبور محض ہو جاتا ہے۔

ناظرین ہر دو فریق کے عقیدہ کو یاد رکھیں۔ اور آئندہ جو کچھ عرض کیا جائے اُسے غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں تاکہ اُنھیں معلوم ہو جائے کہ دونوں فریق میں سے کسکا عقیدہ اگلے علما کے موافق اور کسکا مخالف ہے۔

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق کچھ تاریخی واقعات بھی لکھ دیئے جائیں تاکہ ہمارے رسالہ کے ناظرین کو معاملہ کی اصلیت سمجھنے میں آسانی ہو۔ پوشیدہ نرہے کہ جس زمانہ میں فلسفہ یونانیہ کا قدم ممالک اسلام میں آیا اور مسلمانوں نے اُسکو پڑھنا شروع کیا تو جسطرح آجکل فلسفہ جدیدہ یعنی سائنس کی تعلیم سے طرح طرح کے خدشے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو رہے ہیں اُسوقت بھی نئے نئے خیالات مسلمانوں کے دماغ میں آنے لگے تھے۔ علمائے دین نے اُس طوفان بے تمیزی کے روکنے کے واسطے علم کلام کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک سوال جو کسی نے پیش کیا اُسکا جواب دیا۔ چنانچہ اُس قسم کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ افعال قبیح پر قادر ہے یا نہیں۔ اِس سوال کے جواب میں فرقہ نظامیہ نے جو معتزلیوں کی ایک شاخ ہے کہا کہ وہ تعالیٰ شانہ اُن پر قادر نہیں۔ اور جبتک سلب قدرت کا اعتقاد نہ رکھا جائے تنزیہ باری تعالیٰ ہو ہی نہیں سکتی۔ یہی عقیدہ معتزلیوں کی دوسری شاخ اسواریہ نے بھی اختیار کیا۔ اور اُنھوں نے اس اصل کی بنا پر یہانتک عقیدہ جمایا کہ جس چیز کے نہونے کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ یا جسکا نہونا اُسے معلوم ہے وہ اُسپر بھی قادر نہیں ہے۔

ان دونوں کے مقابلہ میں معتزلیوں کا ایک اور گروہ جو مزداریہ کہلاتا ہے۔ حرف زن ہوا کہ وہ تعالیٰ شانہ اُن افعال پر صرف قادر ہی نہیں ہے بلکہ اُنھیں وجود میں بھی لاسکتا ہے اور ایسی حالت میں کہ اس سے کذب یا ظلم سرزد ہو۔ معاذ اللہ اُسے خدائے کاذب وظالم تک کہنا جائز ہے۔ مگر علمائے مذہب سنت والجماعت نے ان تینوں گروہوں کے اقوال کو رد کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ قادر علی الاطلاق بلاشک افعال قبیح پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ لیکن باوجود قدرت کے کبھی اُنکو ظہور میں نہیں لاتا۔ اسلیئے کہ افعال قبیح کا مرتکب ہونا اُس کی شان عالی کے خلاف ہے۔

اس فیصلہ علمائے مذہب سنت والجماعت میں کوئی باہمی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اگر ہوا بھی ہے تو صرف اس امر میں کہ خلف وعید جو کذب کی ایک قسم ہے۔ آیا شرعاً بھی جائز الوقوع ہے یا نہیں یعنی جن لوگوں کے لیئے جناب باری عز اسمہ نے اپنے کلام پاک میں جہنمی ہونے کی خبر دی ہے اُنھیں فی الواقع جہنم ہی میں بھیجیگا یا معاف کر کے جنت میں بھی داخل کر دیگا۔ چنانچہ اسکی نسبت بعض نے وقوع کا عقیدہ رکھا اور اکثر نے جو محققین کہلاتے ہیں خلف وعید کی نسبت بھی وہی عقیدہ تجویز کیا جو دیگر افعال قبیح کے لیئے تجویز کیا تھا یعنی قادر ہے۔ مگر ایسا کریگا نہیں۔

یہ بحث علم کلام کی کتابوں میں مفصل موجود ہے۔ اور اُس بحث میں خاص طور سے کذب کی نسبت بھی علما میں گفتگو ہوئی ہے اور گو اسمیں شک نہیں کہ بعض علمانے اُس بحث میں کذب کو خارج از قدرت الٰہیہ بھی کہدیا ہے۔ لیکن عام رائے علمائے اہل سنت والجماعت کی یہی ہے کہ دوسرے افعال قبیح کی طرح وہ بھی تحت قدرت اور اختیاراً ممتنع الصدور ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ بحوالہ کتب علم کلام عرض کرینگے۔ اور مخالفین نے جن عبارتوں کو دانستہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ بغرض اظہار حق ناظرین رسالہ ہذا کو دکھائینگے۔

چونکہ پہلے زمانہ میں کتابیں بہت مشکل سے ملتی تھیں اور علم کلام کا شمار بھی معقولات میں ہوتا تھا۔ لہذا عام لوگوں کو اس بحث کی بہت کم خبر تھی۔ اور ہندوستان میں صرف فضلائے خیرآباد کا خاندان علم معقول کے جاننے میں مشہور رہا۔ مگر اُنھیں دینیات کی طرف بہت کم توجہ تھی۔ لہذا اُنھوں نے اس فن کو سخن پروری کا ایک ذریعہ بنا رکھا تھا۔ اور اُن کو یہاں تک زعم تھا کہ جو بات اُنکے موںھ سے نکلجائے خواہ وہ کیسی ہی جھوٹ ہو دلیلوں سے اُسکو صحیح ثابت

کرسکتے ہیں اُنکے مقابلہ میں شاہ صاحبان کا خاندان دہلی میں دینیات کے لیئے مشہور تھا۔ اور باوجودیکہ فضلائے خیرآباد کو شاہان دہلی و اودھ و برٹش گورنمنٹ کی سرکاروں سے بڑے بڑے عہدے ملے ہوئے تھے۔ مگر جو عزت دینی خدمت کی وجہ سے شاہ صاحبان کو حاصل تھی وہ فضلائے خیرآباد کے لیئے ضرور قابل رشک تھی۔

اتفاقات زمانہ سے شاہ صاحبان دہلی کے سرگروہ حضرت مولٰنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں مذہب امامیہ کے خلاف تحفہ اثناعشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی اور چونکہ وہ کتاب نہایت تحقیق کے ساتھ لکھی گئی تھی اسلیئے عام طور سے مقبول ہوئی مگر جو لوگ محض اپنے آباواجداد کی تقلید سے سنی المذہب کہلاتے تھے اور سرکار اودھ سے معقول وظائف پانے کے سبب بفحوائے الناس علی دین ملوکہم اُن کی طبیعتوں کا رجحان اپنے محسنوں کے مذہب کیطرف تھا۔ اُنھیں مولٰنائے ممدوح کی یہ کارروائی سخت ناگوار گزری۔ وہ اُسی وقت سے ہمہ تن جوش میں آکر اُنکی مخالفت اور نقصان رسانی کے لیئے آمادہ ہوگئے۔ لیکن کھلم کھلا تحفہ کا جواب لکھکر اپنا شمار فرقہ امامیہ میں کرانا خلاف مصلحت جانتے تھے اسلیئے دیگر مسائل بیان کردہ جناب ممدوح پر اُنھوں نے لب کشائی کی۔ مثلاً تفسیر فتح العزیز میں آیہ وافی ہدایہ وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت میں جو کچھ مولٰنائے ممدوح نے حوالۂ قلم فرمایا ہے اس سے بعض علمائے بدایوں کی مخالفت مشہور ہے تاہم شاہ صاحب کے سامنے اُنکی دال گلنی مشکل تھی اور اسلیئے اُن کو مجبوراً خاموش رہنا پڑا۔

مولٰنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے بعد جب اُنکے بھتیجے حضرت مولٰنا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمہ جانشین ہوگئے اور انھوں نے اپنے مقدس بزرگ کے ارشادات کو شائع کرنا شروع کیا اور ایک کتاب جسکا نام تقویۃ الایمان ہے تالیف فرمائی اور اسمیں تمام مسائل کلام الٰہی جل شانہ واحادیث رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مقدس بزرگوں کے طرز کے موافق بیان کیئے تو وہی بدایونی بزرگوار جو بڑے شاہ صاحب سے مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوئے تھے اُنکے سامنے بھی آموجود ہوئے۔ اور اس مرتبہ فضلائے خیرآباد کے سرگروہ جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم کو بھی جو اُسوقت رزیڈنسی دہلی میں سررشتہ دار تھے اپنی مدد کے لیئے آمادہ کرلیا۔

تقویۃ الایمان میں جو مضامین اعمال شرک وبدعت کے ابطال سے متعلق تھے اُنکا جواب اُس

بزرگوار نے لکھنا شروع کیا اور جو باتیں عقاید سے تعلق رکھتی تھیں وہ مولینا فضل حق مرحوم کے حوالہ کیں اُنھوں نے تقویۃ الایمان کی مندرجہ ذیل عبارت کو جو حضرت مولینائے شہید نے جناب باری عز اسمہ کی قدرت کاملہ کا بیان کرتے ہوئے حوالہ قلم فرمائی تھی۔ بحث کے لیئے منتخب کیا۔

"اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے" (دیکھو رسالہ تقویۃ الایمان صفحہ ۳۳)

یہ عبارت ایسی نہ تھی جسپر کوئی مسلمان اعتراض کر سکے اسلیئے کہ اس قسم کے الفاظ بزرگان دین کے ارشادات میں بکثرت موجود ہیں مثلاً مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین یحیی منیری رحمہ اللہ میں ہے۔

"چون در عظمت و عزت او نظر کنی ہمہ موجودات را عدم بینی و چون سلطان و قدرت و توانگری ہمہ معدومات را موجود یابی اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیافرینید و ہر نفسے از انفاس ایشاں را مقام قاب قوسین دہد۔ الخ" (دیکھو مکتوب سی و پنجم صفحہ ۹۶ مطبوعہ نولکشور پریس)

مگر فاضل ممدوح کو دعوی تھا کہ وہ جھوٹ کو سچ کر دکھانے میں یہانتک کمال رکھتے ہیں کہ اگر احیاناً مٹی کی دیوار کو دیوار طلائی کہدیں تو بذریعہ دلائل منطقیہ سامعین کو قائل کر کے اقرار کرا سکتے ہیں اسلیئے اُنھوں نے عبارت مذکورۂ تقویۃ الایمان پر یہ اعتراض وارد کیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے جناب باری عز اسمہ نے خاتم النبیین ہونیکا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر آپکی مثل پر قدرت خداوندی مانی جائے تو کذب نص لازم آتا ہے۔ اور وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالی پر محال ہے۔ لہذا کروڑوں درکنار سرور عالم صلعم کی ایک نظیر پر بھی (عیاذاً باللہ) وہ قادر مطلق قادر نہیں ہے اور اسلیئے عبارت مذکور غلط ہے۔

جناب ممدوح کا یہ اعتراض ایسا ہی غلط تھا جیسے مٹی کی دیوار کا دیوار طلائی ہونا اور جسطرح مٹی کی دیوار کا طلائی دیوار ہونا وہی شخص مان سکتا ہے جو آنکھوں سے اندھا ہو۔ اُوسی طرح اس اعتراض کا صحیح ہونا وہی لوگ قبول کر سکینگے جنھیں عقل خداداد سے حصہ ہی نہیں ملا۔ اسلیئے کہ صرف قدرت کے تحت میں ہونیسے کسی شئے کا وقوع لازمی نہیں ہوتا۔ اور وقوع نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قائل نہیں۔ لہذا اُوسکے صرف تحت قدرت ہونے سے لزوم کذب نص جو بدون وقوع ہرگز لازم نہیں آسکتا۔ کیسے صحیح سمجھا جا سکتا ہے غالباً پنڈت رتن ناتھ مولف فسانہ آزاد نے مولانائے ممدوح کی اسی قسم کی باتیں سنی ہونگی جو اپنے ناول ہشو میں جناب ممدوح اور اُنکے صاحبزادہ شمس العلما مولانا عبد الحق صاحب مرحوم خیرآبادی کا مضحکہ اُڑایا ہے

لیکن ہم باایںہمہ مولینائے ممدوح کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو ایسا ہی بُرا سمجھتے ہیں جیسا حضرت مولنائے شہید علیہ الرحمہ کے بُرا کہنے والوں کو۔

اِس اعتراض کا جواب سالہ یکروزی میں خود جناب مولنائے شہید نے اور اپنی اپنی تالیفات میں جناب مولنا حیدر علی صاحب مرحوم رامپوری مفتی ریاست ٹونک و مولنا مفتی صدرالدین صاحب مرحوم دہلوی نے دیکر ثابت کردیا ہے کہ مرحوم فاضل خیرآبادی کا اعتراض مذہب سنت والجماعت کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ وہ جوابات سننے کے بعد فاضل خیرآبادی یا اُنکے صاحبزادہ صاحب نے پھر لب کشائی نہیں کی۔ مگر افسوس کہ بزرگان بدایوں نے اُسی جھوٹے اعتراض کو داخل عقائد کرکے مولنائے شہید کے مطاعن بیان کرنا اور اُس مقدس بزرگ پر کھلم کھلا تبرا بھیجنا اپنے مذہب کا جزو اعظم بنالیا اور مولنائے شہید کے ارشادات کو امکان کذب سے موسوم کرکے جہلا کو یہ ذہن نشین کرنا شروع کردیا کہ معاذ اللہ وہ مقدس بزرگ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن سمجھتا تھا۔

یہ معاملہ دب دبا چکا تھا مگر اس زمانہ میں ہمارے ایک قصباتی بھائی پیرجی عبدالسمیع صاحب مرحوم رامپوری نے اس معاملہ کو ازسرنو تازہ کردیا۔ جسکی کیفیت یہ ہے کہ جناب ممدوح ایک پیرزادہ تھے اور گو اُنھوں نے میرٹھ میں برائے نام ایک رئیس کے مکان پر تعلیم اطفال کا سلسلہ بھی کر رکھا تھا۔ مگر دراصل اُنکا اور اُنکے بھائیوں (پیرجی محمد شفیع وغیرہ) کا جو شہر جودھپور میں بھی اکثر آتے رہتے ہیں۔ گزر مولود و فاتحہ خوانی پر تھا۔ بعض لوگوں نے اُنکی نسبت علمائے دین سے استفتا کیا تو اکثر علما نے فتویٰ دیا کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر خواہ پیدائش کا ہو یا کسی اور طرح کا ہر حالت میں باعث خیروبرکت بلکہ ایک قسم کی عبادت ہے۔ اور اسی طرح ایصال ثواب بھی مستحسن ہے مگر جو ہیئت کہ اسوقت مروج ہے اور حضرات پیرجی صاحبان نے اپنے نفع کیلئے بہت سی فضول باتیں اُنمیں ملا رکھی ہیں وہ بدعت ہیں۔ پیرجی صاحب نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے ذریعہ معاش میں فرق آتا دیکھکر اُنھیں حضرات کی کتابوں سے مدد لی جو مولنائے شہید کے مخالف ہو گزرے ہیں۔ اور ایک رسالہ انوار ساطعہ نام ترتیب دیکر شائع کردیا۔ مگر چونکہ آپکا شمار علما میں نہیں تھا رسالہ مذکور کو گمنام شائع کیا۔

یہ حضرت پیرجی صاحب علوم دینیہ سے چنداں واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ لہذا تمہید میں مسائل مختلف فیہ کی نسبت حسب ذیل عبارت حوالہ قلم فرمائے گئے ہیں۔

اُہل اسلام کو اپنی اس حالت نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گل پژمردہ کی طرح سموم اختلافات بیجا سے آناً فاناً کملایا جاتا ہے۔ اور عناد و فساد ایک تند باد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اُٹھا چلا آتا ہے۔ نہ زبانیں سچی نہ سینے صاف۔ سینکڑوں مفسدے ہزاروں اختلاف۔

کوئی یہ کہتا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جسکی شان عالی یہ ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ اُس کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔ اور حضرت فخر موجودات سرور کائنات جنے خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ ایکم مثلی۔ یعنی کون ہے تم میں میری مانند۔ لست کاحد کم۔ یعنی ایک تم میں سے میری طرح نہیں۔ اور وہ تو وہی ہیں اُن کی بیبیوں کی وہ شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا یانساء النبی لستن کاحد من النساء۔ پھر اس زمانہ میں ایک ادنی سا آدمی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ میرے بھائی ہیں۔ اور واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس دعوی میں ایہام برابری حضرت فخر الانبیاء کی ساتھ ہی معاذ اللہ منہا۔ اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے۔ ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہیں۔ اور تراویح بیس پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں۔ انتہی بلفظہ
(دیکھو انوار ساطعہ مطبوعہ اول صفحہ ۲ و ۳)

جناب موصوف کی قابلیت فقرہ کوئی یہ کہتا ہی کے ربط اور لست کاحد کم کے ترجمہ سے عیاں ہے اور وتر کی ایک رکعت و اسی طرح دوسرے مسائل پر تعجب و طعن کرنیسے آپکی معلومات کا ہر شخص اندازہ کرسکتا ہی۔ مگر بایں ہمہ اونھوں نے اُن علمائے دین کی شان میں جنکی طرف مولود و فاتحہ کے بند کرانے کا آپکو گمان تھا۔ حد سے زیادہ زباندرازی فرمائی تھی۔ اسلیئے جناب مولنا مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹوی دام فیوضہ نے اُوسکا جواب لکھا اُوسی جواب کا نام براہین قاطعہ ہے صاحب براہین قاطعہ کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس گمنام رسالہ کے مولف جناب پیرجی عبد السمیع صاحب ہیں جو کسی زمانہ میں بظاہر ہمارے علمائے کے معتقد بنے ہوئے تھے۔ لہذا انکو اُون اختلافات کی اصلیت بتائی اور مسائل اختلافی پر طعن کرنے سے منع کیا۔ چنانچہ مسئلہ مذکورہ بحث کے متعلق جناب ممدوح کا ارشاد حسب ذیل ہے۔

قولہ کوئی یہ کہتا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ اقول۔ امکان کذب کا مسئلہ تو اب کسی نے نہیں نکالا

بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ رد مختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ۔ لانہ لا یعد نقصاً بل جوداً وکرماً۔ الخ۔ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے۔ پس اُس پر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔ اور اُوس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے۔ ہاں اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہونا آجتک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا۔ جیسا اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہے۔ اور عجز قادر مطلق کے قائل ہوئے اور ان اللہ علی کل شئ قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھیرایا۔ اِس پر مولف افسوس نہیں کرتا۔ اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اُس پر طعن کرتا ہے۔ اس سے حال علم وفہم مولف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے۔ انتہی بلفظہ۔ (دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۳)

اسی عبارت کا ایک جز و نقل کرکے سائل صاحب نے مسئلہ امکان کذب کے اعلان کا الزام علمائے دیوبند پر لگایا ہے۔ حالانکہ انصافاً اُونکی اِس عنایت کے مستحق جناب پیر جی عبد السمیع صاحب مرحوم رامپوری تھے

بہر حال جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ بحث مسئلہ مقدوریت نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُٹھی ہے جسکا اقرار خود مجتہد صاحب نے بھی صفحہ ۳۳ کے حاشیہ پر زیر عنوان ہذیان اول کیا ہے۔ اور نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس حالت میں تحت قدرت ہو سکتا ہے۔ جب اُوس قادر مطلق کو اپنے فرمودہ کے خلاف پر قدرت ہو۔ لہذا ما بہ النزاع اور تصفیہ طلب یہ امر ہے کہ اُوس تعالیٰ شانہ کو خلاف فرمودہ خود پر قادر مانا جائے یا نہیں۔ جیسا کہ ہم واقعات تاریخی شروع کرنے سے پہلے لکھ چکے ہیں۔

علمائے مذہب سنت والجماعت کا مذہب معلوم ہو چکا کہ وہ حضرات اُوس قادر مطلق کو اپنے فرمودہ کے موافق اور خلاف کرنے پر برابر قادر مانتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اپنے قول کے خلاف کرنا ایک فعل قبیح ہے۔ جو شایان شان خداوندی نہیں۔ لہذا باوجود قدرت کے وہ تعالیٰ شانہ خلاف مذکور کو باختیار خود ظہور میں نہیں لاتا اور اسلیئے خلاف مذکور کو محال لغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اُسکے مقابلہ میں جناب مجتہد صاحب نے اپنے رسالہ میں خلاف مذکور کو خارج از قدرت الٰہیہ قرار دیا ہے یعنی اُنکا خیال ہے کہ وہ عز شانہ نہ کلام صادق پر قادر ہے نہ اُسکے خلاف پر بلکہ بوجہ وجوب صدق صرف کلام صادق اضطراراً اُس سے صادر ہوتی ہے جسمیں اوسکے اختیار کو مطلق دخل نہیں ہے۔ جیسا کہ اُنھوں نے تنزیہ دوم کی دلیل ششم میں صاف طور سے حوالہ قلم فرمایا ہے۔

اب ناظرین رسالہ ہذا ہر دو فریق کی دلیلوں کو بغور سنیں تاکہ اُنھیں صحیح فیصلہ کرنے کا موقع ملے۔

مجتہد صاحب کا مذکورہ بالا رسالہ ایک مقدمہ چار تنزیہہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ہم بھی اُسی ترتیب سے اُس کی کیفیت ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ مگر چونکہ جناب مجتہد صاحب نے تنزیہہ سوم سے اخیر تک گالی گلوچ اور فحش الفاظ کی اسدرجہ بھرمار کی ہے کہ دو سطریں بھی ان لفظوں سے خالی ملنی دشوار ہیں۔ اور شروع سے تنزیہہ دوم کے اخیر تک گو طعن و تشنیع اور خلاف ادب الفاظ لکھے ہیں۔ مگر فحش نگاری نہیں کی۔ لہٰذا ہم اپنے رسالہ کو دو حصوں پر منقسم کر کے پہلا حصہ تنزیہہ دوم کے اخیر تک ختم کرینگے۔ اور دوسرا حصہ تنزیہہ سوم سے خاتمہ تک کا جواب ہوگا۔ اُسی میں رسالہ مذکورہ کے محشی اور مقرظ کی قلعی بھی کھولی جائیگی۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

حصہ اوّل

(مقدمہ)

یہ جناب مجتہد صاحب کے رسالہ کی پہلی فصل ہے۔ اور اُسمیں اُنھوں نے صفات باری تعالیٰ کے حاطہ دوائر کا تفرقہ دکھایا ہے منشا یہ ہے کہ جو اشیا جس صفت کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں وہ اوس صفت کے احاطہ سے خارج نہیں ہیں۔ مگر جنکا تعلق ہی اوس صفت سے نہو تو وہ خارج ہونگی۔ چونکہ دیگر صفات کا ذکر محض طوالت کے لیئے کیا گیا ہے۔ اور اصل بحث صفت قدرت کی ہے۔ اِس لیئے اُسکے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ واجبات و محالات اوسکے احاطہ سے خارج ہیں۔ ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں مگر مراد واجبات سے صرف ذات خداوندی مع اپنی صفات حقیقیہ کے ہے نہ وہ واجبات بھی جو واجب لغیرہ ہیں اور اسی طرح محالات سے مراد وہ محالات ہیں جو بذاتہ محال ہیں۔ جیسے وہ سلوب جنسے ذات و صفات خداوندی کا سلب یا تغیر لازم آتا ہو۔ نہ یہ کہ وہ محالات لغیرہ بھی جو اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہیں۔ خارج از قدرت الٰہیہ ہوں۔ لہٰذا اس موقع پر جناب مجتہد صاحب قبلہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ محال محال سب برابر یہ ایک مغالطہ ہے۔ ورنہ محالات لذاتہ ولغیرہ کی حالت ہرگز یکساں نہیں ہے۔ اگر اول خارج از قدرت الٰہیہ ہے تو دوسرا بالضرور احاطہ قدرت خداوندی میں داخل ہے اسلیئے کہ وہ فی نفسہ ممکنات سے ہے۔

چونکہ جملہ ممکنات کا تحت قدرت ہونا اسی مقدمہ میں جناب مجتہد صاحب تسلیم فرما چکے ہیں۔ لہذا اونکے لیئے کوئی ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رہے محالات لغیرہ اُونکا تحت قدرت ہونا شرح طوالع کی عبارت ذیل سے واضح ہوگا۔

وان سلم ان القبیح قبیح مطلقاً۔ ولکن المانع من فعلہ متحقق۔ لا ان القدرۃ زائلۃ۔ لان القبیح حینئذٍ یکون محالا لغیرہ۔ والمحال لغیرہ ممکن لذاتہ ومقدور۔ فکونہ مقدوراً۔ لا ینافی کونہ محالاً لغیرہ۔ (انتہے)

جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ فعل قبیح مطلقاً قبیح ہے تاہم اُس سے صرف اُس فعل کے مانع کا تحقق ہوگا۔ نہ یہ کہ قدرت بھی زائل سمجھی جائے۔ اسلیئے کہ ایسی صورت میں فعل مذکور محال لغیرہ ہوگا۔ جو ممکن لذاتہ اور مقدور ہوتا ہے اور اُوسکا تحت قدرت ہونا محال لغیرہ ہونیکا منافی نہیں ہے

پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ افعال قبیح محال بالذات نہیں ہیں بلکہ محال لغیرہ ہیں اور محالات لغیرہ تحت قدرت ہوتے ہیں تو اب جناب مجتہد صاحب بالقابہ کی مندرجہ ذیل عبارت کا مصداق کون ہے ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔

"مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب اور دیگر نقائص وغیرہ کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھیرا اور ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کا انکار ہوا۔ یہ اُون ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے"

اس موقع پر یہ عرض کر دینا بھی خالی از نفع نہوگا کہ جناب مجتہد صاحب نے افعال قبیح اور خلاف فرمودہ باری تعالیٰ شانہ کے خارج از قدرت الٰہیہ سمجھنے میں اپنے اجتہاد سے کام نہیں لیا۔ بلکہ وہ اس عقیدہ میں اون لوگوں کے مقلد ہیں جنکا ذکر خیر شرح مواقف میں بالفاظ ذیل کیا گیا ہے۔

(۱) النظامیۃ اصحاب ابن سیالۃ النظام۔ وھو من شیاطین القدریۃ۔ طالع کتب الفلاسفۃ وخلط کلامھم بکلام المعتزلۃ (الی ان قال) وتوھموا ان تنزیھہ تعالیٰ من الشرور والقبائح لا یکون الا بسلب القدرۃ علیھا۔ فھم فی ذلک کمن ھرب من المطر الی المیزاب۔ (یعنی معتزلیوں کا ایک فرقہ نظامیہ کہلاتا ہے۔ وہ ابن سیالہ النظام کے ساتھیوں کا گروہ ہے جو شیاطین قدریہ میں سے تھا۔ اُس نے فلاسفہ کی کتابیں پڑھیں اور اُنکے کلام کو کلام معتزلہ میں ملایا۔ انھیں وہم ہوا ہے

کہ جبتک شرور وقبایح سے اللہ تعالی کی قدرت سلب ہونیکا اعتقاد نہ رکھا جائیگا تنزیہ ہو ہی نہیں سکتی - لہذا وہ اس اعتقاد میں مثل اس شخص کے ہیں جو بارش سے بھاگے اور پرنالہ کے نیچے جاکر کھڑا ہو جاے

(۲) الاسواریۃ اصحاب الاسواری - وافقوا النظامیۃ فی ما ذہبوا الیہ وزادوا علیہم ان اللہ لا یقدر علے ما اخبر بعدمہ او علم بعدمہ - والانسان قادر علیہ - (یعنی فرقہ اسواریہ جو اسواری کے ساتھی ہیں اُنھوں نے نظامیہ کے ساتھہ اُن عقائد میں موافقت کی ہی جنکی طرف وہ گئے ہیں اور اونپر یہ اور زیادہ کر لیا ہی کہ اللہ تعالی نے جس چیز کے نہونے کی خبر دی ہی - یا جس چیز کا نہونا اُوسے معلوم ہے وہ (تعالی شانہ) اوسپر بھی قادر نہیں - حالانکہ انسان اُوسپر قادر رہے -)

(۳) الفرقۃ الخامسۃ ابو القاسم البلخی ومتابعوہ قالوا لا یقدر علے مثل فعل العبد - (یعنی معتزلیوں کا پانچواں گروہ ابو القاسم بلخی اور اُسکے متبعین کا ہے - وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی بندوں کے افعال کی مثل پر بھی قادر نہیں ہے -)

یہ سب گروہ معتزلیوں کے ہیں - اور مذہب امامیہ میں بھی بعض حضرات مثل ابو جعفر طوسی و شریف مرتضی وغیرہما کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نہ افعال قبیح پر قادر ہے نہ مثل افعال مقدور عباد پر - جیسا کہ تنزیہ اول کے جواب میں بحواب عبارت سی ام تحفہ اثنا عشریہ سے ثابت کیا جائیگا - غالباً یہ عقیدہ جناب مجتہد صاحب قبلہ کو پچھلے گروہ (امامیہ) سے وراثتاً پہونچا ہے - اور آپ براہ دانشمندی تقیہ کی آڑ میں اُوسی غلط خیال کو مذہب سنت والجماعت کی طرف منسوب فرماتے ہیں -

مندرجہ بالا فرقہ ہاے معتزلہ کے مقابلہ میں اونھیں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے اخوان ملت کے یہانتک خلاف ہوئے کہ افعال قبیح کے صرف تحت قدرت ہونے پر بھی اکتفا نہیں کیا - بلکہ قدرت سے تجاوز کرکے افعال مذکور کو ارادہ و تکوین الہیہ کے تحت میں داخل ہونیکے قابل بھی قرار دیدیا - اور یہ امر ظاہر ہے کہ جو اشیا تحت ارادہ و تکوین ہوں اُنکے وقوع میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا - چنانچہ اس گروہ کی کیفیت اُسی شرح مواقف میں بالفاظ ذیل لکھی ہے -

المُزدادیۃ - ھو ابو موسی عیسی بن صبیح المزداد وھو تلمیذ بشر - اخذ العلم منہ وتزھد حتی سمی راھب المعتزلۃ - قال اللہ تعالی علی ان یکذب ویظلم قادر - ولو فعل لکان الھًا کاذبًا - ظالمًا - تعالی اللہ عنہ علوًا کبیرًا " (یعنی مزداریہ ابو عیسی ابن صبیح مزدار کے گروہ کو کہتے ہیں وہ بشر کا

شاگرد تھا۔ اُس سے علم حاصل کیا اور یہاں تک زہد کیا کہ راہب معتزلہ سے موسوم ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے پر قادر ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو خدا ئے کاذب و ظالم ہو جائے حالانکہ خداوند تعالےٰ اس سے برتر ہے بوجہ اپنی بزرگی اور برتری کے)

غرضکہ جسطرح سابقہ گروہوں نے تفریط سے کام لیکر مطلقاً قدرت سے انکار کیا تھا اس گروہ نے افراط سے کام لیا اور وقوع وصدور افعال قبیح سے جناب باری عزاسمہ میں عیب تک کو جائز کر دیا۔ چونکہ عجز اور وقوع وصدور افعال قبیح دونوں عیب ہیں۔ لہذا علمائے مذہب سنت والجماعت نے امت وسط ہونے کی وجہ سے اپنا عقیدہ دونوں کے درمیان تجویز کیا جس سے نہ انکار قدرت لازم آتا ہے اور نہ وقوع وصدور افعال قبیح کی وجہ سے تنزیہ باریتعالیٰ میں فرق آنیکا خدشہ باقی رہتا ہے۔

چنانچہ انھوں نے جملہ صفات سلبیہ کو جنسے تنزیہ باریتعالیٰ ضروری ہے باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام (راجعہ الی الذات۔ راجعہ الی الصفات۔ وراجعہ الی الافعال) پر منقسم کیا۔ جیسا کہ حضرت امام فخر الملۃ والدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں حوالہ قلم فرماتے ہیں۔

اقسام السلوب بحسب الذات وبحسب الصفات وبحسب الافعال غیر متناھیۃ (یعنے صفات سلبیہ کی قسمیں ذات اور صفات و افعال الٰہیہ کیطرف راجع ہونیکے اعتبار سے غیر متناہی ہیں۔)

چونکہ ذات الٰہیہ اور اُسکی صفات حقیقیہ احاطہ قدرت سے باہر ہیں لہذا اُن سلوب کو جنکے تحقق سے ذات وصفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل مقدوریت نہیں سمجھا۔ اور افعال آلٰہی چونکہ مقدور ہیں لہذا اون سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں تحت قدرت واختیار اگر ممتنع الصدور قرار دیا جنھیں حسب اصطلاح فلسفہ ممتنع بالغیر کہا جاتا ہے۔

اب رہے وہ افعال جو مقدور عباد ہیں اور جنکے مقدور باریتعالیٰ ہونے سے جناب مجتہد صاحب کی طرح ابو القاسم بلخی اور بعض اکابر مذہب امامیہ کو انکار تھا۔ اونمیں سے جو مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں اونھیں بھی مثل سلوب راجعہ الی الذات والصفات غیر قابل مقدوریت اور باقی کو مقدور اور اونمیں سے جو قبیح تھے اونھیں باوجود مقدور ہونے کے ممتنع الصدور سمجھا۔

اس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروریات سے ہے کہ سلوب راجعہ الی الذات والصفات اور نیز اون افعال عباد میں جو تغیر ذات وصفات کو مستلزم ہیں یہی کا اقتضا یہی ہے کہ وہ اختیاری نہوں اسلیئے

کہ کسی شخص کا بدشکل یا غیر شریف النسب نہونا اُسی حالت میں داخل مدح ہو سکتا ہے جبکہ وہ شخص بلا تصنع خوبصورتی یا شرافت سے متصف ہو۔ اور اگر بتکلف جمیل الوجہہ یا شریف النسب بنے گا تو یہ امور ہرگز داخل مدح نہیں سمجھے جائینگے۔ بلکہ جس طرح جناب مجتہد صاحب قبلہ اپنے آپکو بناتے ہیں اور لوگ اُن کی باتیں سن سنکر ہنستے ہیں۔ ایسے امور موجب مذمت ہوتے ہیں۔ لیکن افعال اختیاری کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ لہذا اسلوب راجع الی الافعال میں مقتضائے مدح یہی ہے کہ اُن کا عدم اختیاراً ہو۔ اگر کسی مجبوری یا عدم قدرت واختیار کی وجہ سے وہ افعال صادر نہ ہو سکینگے تو ان کے صادر نہونے کی وجہہ سے کسی طرح مدح کا استحقاق نہوگا۔

مثلاً اگر کوئی مطلق العنان بادشاہ جو اپنے وزرا اور دیگر ملازمین کے عزل ونصب پر کامل اقتدار رکھتا ہو۔ اگر اپنے کسی ملازم سے وعدہ کرے کہ وہ کبھی اُسے معزول نکریگا اور باوجود قدرت واختیار کے وہ اس وعدہ کا خلاف نہ کرے تو بیشک اُسکے صادق القول ہونے کی تعریف کی جائیگی اور اگر وعدہ کرنے کے بعد اُسکے اختیارات سلب ہو جائیں۔ یا ملازم مذکور کے حاوی ہو جانے کی وجہہ سے اُسکو معزول کرنے کی جرأت ہی نرہے تو ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اُسکا معزول نکرنا جو موقوف علیہ اُسکے صدق کا ہے۔ عصمت بی بی از بیچاری کا مصداق سمجھا جائیگا اور کوئی شخص اوسکی وہ مدح جو بحالت اختیار ہوتی ہرگز نکریگا۔ بلکہ بوجہہ عدم قدرت واختیار عاجز ومجبور سمجھا جائیگا۔ چنانچہ عارف شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ؎

بلند از شاخ گو کوتاہ کن دست — کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ

یعنی پست قد آدمی کا شاخ سے میوہ نہ توڑنا قابل مدح نہیں ہے اسلیئے کہ اُسکا ہاتھ ہی وہاں تک نہیں پہونچ سکتا۔ لہذا جسکا ہاتھ پہونچ سکتا ہو یا جسے شاخ سے میوہ توڑنے کی قدرت ہو اُسے اس فعل سے باز رہنے کے لئے کہنا چاہیئے۔ اسلیئے کہ قدرت والے ہی کا بُرے افعال سے بچنا قابل مدح ہے۔ اسیطرح علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے۔

والتمدح بترک الفعل الاختیاری لایکون الاحیث یمکن فعلہ۔ بخلاف غیر الاختیاری مثل لا تاخذہ سنۃ ولا نوم (یعنی فعل اختیاری کے ترک میں مدح اس صورتمیں ہو سکتی ہے جب اُس فعل کا کرنا ممکن ہو۔ بخلاف غیر اختیاری کے جیسے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔)

ہمارے رسالہ کے ناظرین اگر اس قاعدہ کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالینگے تو اُن کو جناب مجتہد صاحب اور اُنکے چیلے چانٹوں کے مغالطوں کی کیفیت خود بخود معلوم ہو جائیگی۔

تنزیہہ اوّل ارشادات علمائیں

اس حصہ میں جناب مجتہد صاحب نے کمال عرق ریزی سے علم کلام۔ اصول و تفسیر کی اُنہیں کتابوں سے ۳۰ تا تمام عبارتیں نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امتناع کذب الٰہی پر اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع ہے۔ مگر براہ دانشمندی یہ نہیں بتایا کہ وہ امتناع جسپر اجماع ہے۔ ہے کس قسم کا ذاتی یا لغیرہ اسلیئے کہ امتناع لغیرہ کا کوئی منکر ہی نہیں ہے مگر وہ خارج از قدرت الٰہیہ ہی نہیں ہوتا۔ جیساکہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے اور مجتہد صاحب کا مذہب جدید اُسیوقت ثابت ہو سکتا ہے۔ جب خلاف فرمودہ او تعالیٰ کا خارج از قدرت الٰہیہ ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچے۔

اسکے علاوہ جناب موصوف نے نقل عبارات میں بھی یہ کمال کیا ہے کہ اُنھیں کتابوں میں جو عبارتیں آپکے مدعا کے خلاف تھیں اونکی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں فرمائی۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ کتابیں موجود ہیں آپکے نقل نہ فرمانے سے وہ عبارتیں اصل کتابوں سے محو نہیں ہو سکتیں۔

قبل اسکے کہ ہم جناب مجتہد صاحب قبلہ کی کارسازی ظاہر کریں۔ فہم کلام علمار کے لیئے دو معیار بتائے دیتے ہیں۔

(۱) یہہ کہ کلام علمار اور عبارات کتب میں الفاظ امکان۔ جواز۔ صحت وغیرہ امکان ذاتی عقلی شرعی و عرفی کے لیئے یکساں مستعمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح الفاظ امتناع۔ استحالہ۔ عدم جواز۔ عدم صحت وغیرہ بھی امتناع ذاتی و عقلی و شرعی و عرفی کے واسطے شائع الاستعمال ہیں۔ حالانکہ امکان ذاتی و عقلی سے صرف یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ اشیا جنکے ساتھ الفاظ مذکور مستعمل کیئے گیے ہیں صرف تحت قدرت ہیں۔ اگر خداوند تعالیٰ چاہے تو اُنکو وجود میں لاسکتا ہے۔ اُس سے کوئی محال و محذور عقلی لازم نہیں آتا۔ گو اُنکا وقوع ضروری نہو۔ بلکہ اُنکا عدم وقوع کسی وجہ سے لغیرہ ضروری ہو اور امکان شرعی و عرفی میں شرعاً یا عادۃً محذور کا لازم نہ آنا لازمی ہوتا ہے گو کبھی وقوع نہو لیکن عدم وقوع

بغیرہ بھی ضروری نہیں ہوتا۔ اونکے مقابلہ میں امتناع ذاتی وعقلی سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اشیاء جنکی طرف وہ الفاظ مضاف ہیں قدرت خداوندی سے خارج ہیں اور شرعی وعرفی ممتنعات اگرچہ عدم وقوع میں ممتنعات ذاتی وعقلی کے ساتھ مشارک ہیں۔ لیکن اونکے عدم وقوع کا مقتضی شرع یا عادت متحقق ہے مگر پھر بھی اپنی ذات کے اعتبار سے تحت قدرت سمجھے جاتے ہیں۔ لہذا جب تک کسی قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ الفاظ امکان وامتناع مندرجہ عبارت کس قسم میں داخل ہیں اُنکو کسی خاص قسم میں نہیں سمجھنا چاہیئے۔

(۲) الفاظ استطاعت وقدرت کا استعمال بھی دو معنوں میں ہوتا ہے اول بمعنی صفت قدیمہ جو عجز کے مقابلہ میں ہے دوسرے بمعنی تقدیر۔ جسکو مقتضائے ارادہ وحکمت سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ پہلے معنوں کی روسے قدرت جملہ ممکنات ذاتیہ کو چاہے وہ ممتنع بالغیر ہی کیوں نہوں۔ شامل ہے۔ جیسا کہ ہم جواب مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔ اور دوسرے معنوں میں صرف اُنھیں ممکنات سے متعلق ہوگی جنکو کسی وجہ سے ممتنع بالغیر ہونے کی نوبت نہ پہونچی ہو۔ چنانچہ تلویح میں ہے۔

اعلم ان القدرۃ تستعمل تارۃً بمعنی الصفۃ القدیمۃ وتارۃً بمعنی التقدیر۔ (یعنی لفظ قدرت کبھی صفت قدیم کے معنوں میں اور کبھی تقدیر کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔)

ایسی صورت میں جبتک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ قرینہ سے کون معنی مراد ہیں۔ کسی جگہ لفظ غیر مقدور دیکھکر اول معنی نہیں سمجھنے چاہییں۔

ان معیاروں کے ذریعہ سے ناظرین رسالہ ہذا اُن عبارات پیشکردہ جناب مجتہد صاحب کی جانچ اچھی طرح کر سکینگے اور ہم بھی ساتھ کے ساتھ ہر ایک عبارت کی کیفیت عرض کرتے جائینگے انشاء اللہ تعالےٰ

ملاحظہ ہوں عبارات پیش کردہ مجتہد صاحب قبلہ

(۱) الکذب محال باجماع العلماء۔ لان الکذب نقص باتفاق العقلاء۔ وھو علی اللہ تعالیٰ محالٌ۔ (جھوٹ باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے۔ اور عیب اللہ پر محال۔)

(۲) قد بیّنّا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالیٰ۔ (ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے)

(۳) محالٌ جھلہ او کذبہ تعالیٰ عن ذلک۔ (اللہ تعالیٰ کا جہل وکذب دونوں محال ہیں۔ برتر ہے وہ اُنسے۔)

(۴) الکذب فی اخبار اللہ تعالی - فیہ مفاسد لا تحصی ومطاعن فی الاسلام لا تخفی منہا مقالہ الفلاسفۃ فی المعاد - ومحال الملاحدۃ فی العناد - ومنہا بطلان ما علیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار - مع صریح اخبار اللہ تعالی بہ فجواز عدم وقوع ہذا الخبر محتمل ولما کان ہذا باطلاً قطعاً علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالی باطل قطعاً - (یعنی خبر الہی میں کذب پر بیشمار خرابیاں اور اسلام میں آشکار طعن لازم آینگے - فلاسفہ حشر میں گفتگو لائینگے - ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائینگے - کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے اوسپر سے یقین اُٹھہ جائینگے - کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہوں - اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبر الہی میں کذب کو ممکن کہنا قطعاً باطل ہے -)

یہ چاروں عبارتیں شرح مقاصد کی ہیں جو علم کلام کی ایک کتاب ہے - مگر اول تو اون میں لفظ محال سے محال بالذات مراد ہے یا بالغیر کوئی تصریح نہیں ہے - اور جبتک تصریح مذکور نہو جناب مجتہد صاحب بالقابہ کے مذہب جدید کو اوس سے کوئی مدد نہیں پہونچ سکتی - اسلیئے کہ محال لغیرہ ہونے سے کسی کو انکار نہیں ہے اور محال لذاتہ یا خارج از قدرت الہیہ ہونا ان عبارتوں سے پایا نہیں جاتا - دوسرے عبارت نمبر (۴) میں وقوع کذب کو رد کیا ہے عدم مقدوریت خلاف کا ذکر تک نہیں ہے - گو جناب مجتہد صاحب نے لفظ جواز کا ترجمہ ممکن کر کے ناواقفوں کو دھوکا دینا چاہا ہے - تیسرے اوسی کتاب میں عبارت ذیل بھی موجود تھی - اوسکی طرف جناب موصوف نے نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا -

ومنہم النظام واتباعہ القائلین بانہ لا یقدر علی خلق الجہل والکذب والظلم وسائر القبائح - اذ لو کان خلقہا مقدوراً لہ لجاز صدورہ عنہ - واللازم باطل لافضائہ الی السفہ ان کان عالماً بقبح ذلک - وباستغنائہ عنہ - والی الجہل ان لم یکن عالماً - والجواب لا نسلم قبح شئ بالنسبۃ الیہ کیف وہو تصرف فی ملکہ - ولو سلم فالقدرۃ علیہ لا ینافی امتناع صدورہ عنہ - نظراً الی وجود الصارف وعدم الداعی - وان کان ممکناً فی نفسہ - (یعنے معتزلیوں میں سے نظام اور اُسکے پیرو بھی ہیں - جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی جہل - کذب - ظلم اور تمام قبائح کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے - اسلیئے کہ اگر اونکا پیدا کرنا مقدور باریتعالی ہو تو اونکا صدور بھی اوس تعالی شانہ سے جائز ہوگا - اور لازم (یعنی صدور قبائح) باطل ہے - اسوجہ سے

کہ قبح مذکور کو جانتا اور پھر اوسکی پروا نکرنا سفاہت کیطرف ورنہ جاننا جہل کی طرف مفضی ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ ہم کسی چیز کا قبیح ہونا بہ نسبت جناب باری عز اسمہ کے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اسلیئے کہ وہ تصرف اپنی ملک میں ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے۔ تو قبیح مذکور پر قدرت ہونا اُوسکے امتناع صدور کے منافی نہیں ہے جو کسی صارف کے موجود ہونے یا داعی کے نہونے سے ہو۔ اگرچہ وہ فی نفسہ ممکن ہے۔

جسکا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہے کہ جملہ قبائح کا صدور جسمیں کذب بھی داخل ہے۔ تحت قدرت باری تعالی ہے مگر دیگر وجوہ سے اُمکا امتناع مانا جاتا ہے۔ اور ایسے امتناع کو امتناع بالغیر یا عادی کہا جاتا ہے۔ نہ محال بالذات اور خارج از قدرت الٰہیہ جیساکہ مجتہد صاحب کا خیال ہے۔ لہذا شرح مقاصد سے جناب موصوف کے خیال عالی کی ہرگز تائید نہیں ہو سکتی۔

اس موقع پر شاید جناب مجتہد صاحب بالقابہ اپنے جال میں پھنسے ہوئے ناواقفوں کو یہ مغالطہ دینا چاہیں کہ نظام نے خلق قبائح سے انکار کیا تھا شارح مقاصد علیہ الرحمہ نے اُسی کو ثابت کیا ہے مگر اُن کی یہ کارروائی بہلی مشکل ہے۔ اسلیئے کہ شارح علیہ الرحمہ نے اسبارہ میں باوجود مقدوریت کے امتناع بالغیر بھی مانا ہے۔ اور قبائح کی مخلوقیت میں کسی امتناع کی گنجائش ہی نہیں۔ لہذا صرف خلق قبائح کی بحث اس جگہ سمجھنا تو ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خلق قبائح سے نظام نے چونکہ اسلیئے انکار کیا تھا کہ اس سے جواز صدور قبائح لازم آتا ہے شارح علیہ الرحمہ نے اوس لازم (صدور قبائح) کو تحت قدرت اور ممتنع بالغیر فرمایا ہے۔ جیساکہ اُوسکے ارشاد سے اچھی طرح ظاہر ہو رہا ہے۔

(۵) کذب کلام اللہ تعالےٰ محال ٌ۔ (کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔)

یہ عبارت شرح عقائد نسفی کی ہے۔ اور اسمیں بھی لفظ محال کی وہی کیفیت ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ معہذا اسی شرح عقائد نسفی کے حاشیہ قر کمال میں ہے۔

قولہ کرم۔ قالوا ان الخلف فی الوعید لا یعد نقصاً بل یعد کرماً۔ یمدح الباریتعالیٰ بخلاف الخلف فی الوعد فانہ یعد نقصاً۔ یجب تنزیھہ تعالیٰ عنہ۔ اذ الخلف بالکرم لا یلیق بالکریم القادر علیہ۔ والحق ان الخلف جائز عقلاً مطلقاً۔ لکنہ غیر واقع فی الکتاب والسنہ والاجماع۔ (یعنی بعض علمانے کہا ہے کہ خلف وعید نقص نہیں گنا جاتا بلکہ کرم شمار ہوتا ہے جس سے باری تعالیٰ کی مدح ہوتی ہے برخلاف خلف وعد کے کہ وہ نقص گنا جاتا ہے

اسلیئے کہ کرم کا وعدہ کرکے اُسکے خلاف کرنا کریم قادر کی شان کے خلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ خلف مطلقاً بروئے عقل جائز ہے لیکن بروئے کتاب و سنت و اجماع غیر واقع ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ خلف وعد اور خلف وعید دونوں تحت قدرت ہیں۔ مگر اونکا وقوع کتاب و سنت اور اجماع کی روسے محال شرعی ہے اور یہ امر جناب مجتہد صاحب کے مذہب جدید کے بالکل خلاف ہے۔ اسلیئے کہ جناب موصوف خلف وعد اور کذب دونوں کو محال بالذات اور خارج از قدرت الٰہیہ سمجھے ہوئے ہیں۔

(۶) الکذب نقصٌ والنقص علی اللہ تعالیٰ محالٌ۔ (جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔)

یہ عبارت شرح طوالع الانوار کی ہے۔ اور طوالع الانوار کی دو شرحیں ہیں جنمیں سے ایک اصفہانی اور دوسری رومی کہلاتی ہے۔ مجتہد صاحب نے یہ فقرہ خواہ کسی شرح سے نقل کیا ہو ہمارے خلاف نہیں ہے۔ اسلیئے کہ اول تو لفظ محال استعمال ہوا ہے۔ جو محال لغیرہ کے لیئے بھی بولا جاتا ہے۔ دوسرے ہر دو شرح طوالع میں حسب ذیل عبارتیں موجود ہیں۔

(الف) شرح طوالع اصفہانی میں ہے۔ قال النظام انہ تعالیٰ لا یقدر علی خلق القبیح۔ لان فعل القبیح محالٌ والمحال غیر مقدور۔ اما ان فعل القبیح محالٌ فانہ یدل علی جہل الفاعل وحاجتہ وھما محالان علی اللہ تعالیٰ۔ والمودی الی المحال محالٌ۔ واما ان المحال غیر مقدور فلان المقدور ھو الذی یصح ایجادہ۔ وذلک یستدعی صحۃ الوجود۔ والممتنع لیس لہ صحۃ الوجود۔ وجوابہ انہ لا قبیح بالنسبۃ الی اللہ تعالیٰ۔ وان سلم ان القبیح قبیحٌ مطلقاً۔ ولکن المانع من فعلہ متحقق۔ لا ان القدرۃ زائلۃ لان القبیح حینئذٍ یکون محالا لغیرہ۔ (یعنی نظام کا قول ہے کہ وہ تعالیٰ شانہ خلق قبیح پر قادر نہیں ہے اسلیئے کہ فعل قبیح محال ہے اور محال غیر مقدور ہوتا ہے۔ اور فعل قبیح اسوجہ سے محال ہے کہ وہ فاعل کی جہالت اور حاجت پر دلالت کرتا ہے اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں اور جو چیز محال تک پہونچائے وہ بھی محال ہوتی ہے اور محال کا غیر مقدور ہونا اسوجہ سے ہے کہ مقدور وہ ہوتا ہے جسکا وجود میں آنا صحیح ہو۔ اور ممتنع یا محال کے لیئے صحت وجود ہے ہی نہیں۔ اور جواب اُسکا یہ ہے کہ کوئی فعل بہ نسبت خداوند تعالیٰ کے قبیح نہیں ہے اور اگرچہ یہ تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ فعل قبیح مطلقاً قبیح ہوتا ہے۔

لیکن اوسکے فعل کا مانع متحقق ہے نہ یہ کہ قدرت بھی زائل ہو جائے اسلیئے کہ قبیح مذکور اس حالت میں محال بالغیر ہوگا - اور محال بالغیر ممکن بالذات اور مقدور ہوتا ہے اور اسکا مقدور رہنا محال بالغیر ہونے کے منافی نہیں ہے -

(ب) اوسی عقیدہ نظام کا جواب طوالع کی دوسری شرح میں جو رومی کہلاتی ہے اسطرح ہے -

جوابہ انہ لا قبیح بالنسبۃ الیہ - لان مالک الامور کلھا - وان سلم ان القبیح قبیح مطلقاً وبالنسبۃ الیہ ایضاً - فالمانع من صدورہ عنہ تعالی وھو عدم الداعیۃ والارادۃ الی صدورہ حاصل - لا ان القدرۃ عنہ زائلۃ - فھو قادر علی القبیح - الا انہ لم یصدر عنہ لعدم ارادتہ منہ الی صدورہ - لا انہ لیس بقادر علیہ - (یعنی کوئی چیز خداوند تعالی کی نسبت قبیح نہیں ہے اسلیئے کہ وہ سب امور کا مالک ہے - اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ قبیح مطلقاً قبیح ہے اور اس تعالی شانہ کی نسبت بھی قبیح ہے تو مانع اوسکے صدور سے یعنی عدم داعی و عدم ارادہ حاصل ہیں - نہ یہ کہ قدرت بھی زائل سمجھی جائے - پس وہ تعالی شانہ قبیح پر بھی قادر ہے - مگر بوجہہ عدم تعلق ارادہ وہ اس سے صادر نہیں ہوتا - نہ یہ کہ وہ اوسپر قادر ہی نہیں ہے -

غرضکہ دونوں شرحوں سے افعال قبیح کا جنمیں کذب یعنی خلاف فرمودہ او تعالی بھی شامل ہے تحت قدرت اور محال لغیرہ ہونا ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ افعال مذکور کو تحت قدرت نہ سمجھنا معتزلیوں کا مذہب ہے گو جناب مجتہد صاحب نے ایسی صاف اور صریح عبارت کو ملاحظہ نہیں فرمایا - یا ملاحظہ فرمایا مگر اپنے خلاف ہونے کی وجہ سے چھپایا تھا -

(۷) انہ تعالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقاً - اما عند المعتزلۃ فلان الکذب قبیح - وھو سبحانہ لا یفعل القبیح - واما عندنا فلانہ نقص - والنقص علی اللہ تعالی محال - اجماعاً - (یعنی اہل سنت معتزلیوں سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالی کا کذب محال ہے - معتزلہ تو اسلیئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالی برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالی پر بالاجماع محال ہے -

(۸) مدرک امتناع الکذب منہ تعالی عندنا لیس ھو قبحہ العقلی - حتی یلزم من انتفاء قبحہ ان لا یعلم امتناعہ منہ اذلہ مدرک اخر قد تقدم - (یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الہی محال ہونیکی دلیل قبیح عقلی نہیں ہے کہ اوسکے عدم سے لازم آئے کہ کذب الہی محال نہ جانا جائے بلکہ اوسکے لیے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری - یعنی وہی کہ جھوٹ

عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال۔)

(۹) تکلمھا فی مسئلہ الکلام من موقف الالٰہیات امتناع الکذب علیہ سبحانہ تعالیٰ (یعنی ہم توقف الٰہیات کے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب زنہار ممکن نہیں۔)

یہ ہر سہ عبارات نمبری (۷ و ۸ و ۹) مواقف اور شرح مواقف کی ہیں اور ان میں بھی وہی لفظ محال استعمال ہوا ہے جو محالات لغیرہ کے واسطے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اونسے یہ استدلال کرنا کہ افعال قبیح قدرت خداوندی سے خارج ہیں کسی سمجھدار آدمی کا کام نہیں ہی بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان عبارتوں سے محال لغیرہٖ کے سوا اور کچھ ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے کہ اسی مواقف اور اُس کی شرح میں بموقع بحث عقاب حسب ذیل عبارت موجود ہے۔

واما العقاب ففیہ بحثان۔ الاول اوجب جمیع المعتزلۃ والخوارج عقاب صاحب الکبیرۃ اذا مات بلا توبۃ ولم یجوزوا ان یعفو اللہ تعالیٰ بوجہین۔ الاول انہ تعالیٰ اوعد بالعقاب علی الکبائر واخبر۔ ای بالعقاب علیہا۔ فلو لم یعاقب علی الکبیرۃ وعفی لزم الخلف فی وعیدہٖ والکذب فی خبرۃ۔ وانہ محالٌ۔ والجواب غایتہ وقوع العقاب فاین الوجوب الذی کلامنا فیہ۔ اذ لا شبہۃ ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خُلفاً۔ ولا کذباً۔ لا یقال انہ یستلزم جوازھما وھو ایضاً محالٌ۔ لانا نقولُ استحالتھما ممنوعۃ۔ کیف وھما من الممکنات التی تشملھا قدرتہ تعالیٰ"۔ (یعنی عقاب میں دو بحثیں ہیں اول یہ کہ تمام معتزلیوں اور خارجیوں نے صاحب کبیرہ کے عقاب کو جبکہ وہ بلا توبہ مرجائے واجب قرار دیا ہے۔ اور وہ دو وجہ سے تجویز نہیں کرتے کہ خداوند تعالیٰ اونھیں معاف کر سکیگا۔ ایک یہ کہ اُوسنے کبائر پر عقاب کا وعدہ کیا ہے اور اُس کی خبر دی ہی۔ لہٰذا اگر عقاب نکرے اور معاف کر دے تو اُسکی وعید میں خلف اور اُوسکی خبر میں کذب لازم آئیگا اور وہ محال ہی۔ جواب اسکا یہ ہے کہ غایت اوسکی وقوع عقاب ہی پھر وہ وجوب کہاں ثابت ہوا جسمیں کلام ہو رہا ہی۔ اسلیئے کہ بلاشک اگر وقوع عقاب ہو مگر وجوب نہو۔ اس سے خلف اور کذب لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ اس صورت میں اُنکا جواز تو لازم آتا ہی۔ اسلیئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اُنکا محال ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ وہ دونوں (خلف وکذب) اُون ممکنات میں سے ہیں جنکو قدرت باری تعالیٰ شامل ہے۔)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں حضرات (صاحب مواقف اور شارح علیہما الرحمہ) کے نزدیک خلف و کذب قدرت خداوندی سے باہر نہیں ہیں۔ گو دوسری وجہ سے انکو محال لغیرہ کہا جاتا ہے۔

(۱۰) یستحیل علیہ سمات النقص کالجھل والکذب۔ یعنی جتنی نشانیاں نقص و عیب کی ہیں جیسے جہل و کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۱) لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فالباری تعالیٰ عنہ منزہ وھو محال علیہ تعالیٰ۔ والکذب وصف نقص۔ یعنی اشاعرہ وغیر اشاعرہ کسی کو اسمیں اختلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے، باریتعالیٰ اُس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں۔ اور کذب صفت عیب ہے۔

یہ دونوں عبارتیں (نمبری ۱۰ و ۱۱) مسایرہ اور اُسکی شرح مسامرہ کی ہیں۔ اونمیں لفظ محال سے کونسا ممتنع و محال مراد ہے وہ کتب مذکورہ کی عبارت ذیل سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

ثم قال صاحب العمدۃ (لا یوصف) اللہ تعالیٰ (بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ) ای لا یصلح متعلقا لھا (وعند المعتزلۃ یقدر) تعالیٰ علی کل ماذکر۔ (ولا یفعل اھ) کلام صاحب العمدۃ کانہ انقلب علیہ ما نقل عن المعتزلۃ۔ اذ (لاشک فی ان سلب القدرۃ عما ذکر) من الظلم والسفہ والکذب (ھو مذھب المعتزلۃ واما ثبوتھا) ای القدرۃ علی ما ذکر (ثم الامتناع عن متعلقھا اختیارا) (فبمذھب) ای ھو بمذھب (الاشاعرۃ الیق) منہ بمذھب المعتزلۃ۔ ولا یخفی ان۔ ھذا الالیق ادخل فی التنزیہ ایضا۔ اذ۔ (لاشک) فی (ان الامتناع عنھا) ای عن المذکورات من الظلم والسفہ والکذب (من باب التنزیھات) عما لا یلیق بجناب قدسہ تعالیٰ (فیسبر) بالبناء للمفعول ای یختبر (العقل فی ان ای الفصلین ابلغ فی التنزیہ عن الفحشاء اھو القدرۃ علیہ) ای علی ما ذکر من الامور الثلثۃ (مع الامتناع) ای امتناعہ تعالیٰ (عنہ مختارا) لذلک الامتناع (او الامتناع) ای امتناعہ عنہ (لعدم القدرۃ) علیہ۔ (فیجب القول بادخل القولین فی التنزیہ۔) وھو القول الالیق بمذھب الاشاعرۃ۔ (یعنی صاحب عمدہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم اور سفہ اور کذب پر قدرت رکھنے سے موصوف نہیں کیا جائیگا۔ اسلیے کہ محال قدرت میں داخل نہیں ہوتا۔ یعنی وہ متعلق قدرت ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور معتزلیوں کے نزدیک

وہ ان تمام افعال پر قدرت رکھتا ہے۔ مگر کرتا نہیں۔ یہاں کلام صاحب عمدہ کا ختم ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عمدہ نے معتزلہ کا جو مذہب نقل کیا وہ اُلٹا نقل ہو گیا۔ اسلیئے کہ سلب قدرت افعال مذکورہ ظلم وسفہ اور کذب سے یہ تو معتزلیوں کا مذہب ہے۔ اور اوپر قدرت ثابت ہونا اور پھر مختار اوسکے متعلق یعنی کذب وغیرہ سے باز رہنا (یعنے صادر نکرنا)۔ یہ بہ نسبت معتزلیوں کے مذہب کے۔ مذہب اشاعرہ کے ساتھ اوفق و الیق ہے۔ اور یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ الیق ہی تنزیہہ میں زیادہ دخل رکھتا ہے۔ اسلیئے کہ اسمیں شک نہیں کہ افعال مذکور ظلم وسفہ وکذب وغیرہ امور باب تنزیہات سے ہیں جو کہ غیر لائقہ بجناب باری تعالی ہیں اونسے باز رہنے کے بارہ میں عقل سے جانچ کرنی چاہیئے کہ دونوں میں کون بات تنزیہہ میں زیادہ بلیغ ہے۔ آیا یہ کہ قدرت مع امتناع بالاختیار کے ہو یا یہ کہ قدرت نہونیکی وجہ سے امتناع ہو۔ پس ان دونوں قولوں میں سے جو تنزیہہ میں زیادہ دخل رکھتا ہو اُسکا قائل ہونا ضروری ہے اور وہ قول الیق اشاعرہ کا مذہب ہے۔

افسوس ہے کہ جناب مجتہد صاحب قبلہ نے دو مشکوک عبارتیں جنسے کسی طرح عدم قدرت ثابت نہیں ہوسکتی صرف الفاظ استحالہ ومحال دیکھ کر نقل کیں اور ایسی صاف عبارت جس سے کذب وغیرہ افعال قبیح کا تحت قدرت اور ممتنع اختیاری یعنی ممتنع لغیرہ ہونا صاف طور سے بدون کسی شک وشبہ کے عیاں ہے اون کتابوں میں اُنھیں نظر نہ آئی۔ وھذا شئ عجاب۔

(۱۲) قولہ تعالی فلن یخلف اللہ عھدہ۔ یدل علی انہ سبحنہ منزہٌ عن الکذب فی وعدہٖ و وعیدہٖ قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالی محالٌ۔ وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محالٌ۔ (اللہ عز وجل کا فرمانا کہ اللہ اپنا عہد ہر گز جھوٹا نکریگا دلالت کرتا ہے کہ مولی سبحانہ تعالی اپنے ہر وعدہ وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے اصحاب سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ تعالی پر نقص محال۔ اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو اُس کا باری عزاسمہ سے صادر ہونا محال۔ غرض ثابت ہوا کہ کذب الہی اصلا امکان نہیں رکھتا۔

(۱۳) تحت ایۃ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اعلم ان ھذہ الایۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ تعالی موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونھا صدقا والدلیل علیہ۔ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالی محالٌ۔ (یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالی کی بات بہت صفتوں سے

موصوف ہے۔ ازانجملہ اوسکا سچا ہونا۔ اور اوسپر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہی اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۴) صحۃ الدلیل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالیٰ محالٌ۔ (دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اُسپر موقوف ہے کہ کذب الہی محال مانا جائے۔)

(۱۵) تحت آیہ وافی ھدایہ ما کان اللہ ان یتخذ من ولد سبحنہ۔ اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب علی اللہ تعالیٰ محالٌ۔ (اہل سنت نے جواب دیا ہے کہ کذب الہی محال ہے)

(۱۶) صدق کلامہ تعالیٰ لما کان ازلیًا امتنع کذبہ۔ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ (کلام خدا کا صدق جبکہ ہم اہل سنت کے نزدیک ازلی ہی تو اُسکا کذب محال ہوا۔ کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اُسکا عدم محال ہے۔

یہ پانچ عبارتیں (نمبری ۱۲ لغایتہ ۱۶) تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کی ہیں اونمیں بھی کسی جگہ قدرت سے انکار نہیں کیا گیا معہذا اسی تفسیر میں امام موصوف تحت آیہ وافی ہدایہ ولو شئنا لبعثنا ارشاد فرماتے ہیں۔

قالوا دلت الآیہ علی ان خلاف معلوم اللہ تعالیٰ مقدورٌ لہ تعالیٰ۔ (یعنی آیت اُسپر دلالت کرتی ہی کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی اُسکا خلاف اُوس تعالیٰ شانہ کی قدرت کے تحت میں ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

وھذا مبنی علی ان ما اخبر اللہ تعالیٰ بعدم وقوعہ فھو مقدورٌ لہ وممکن۔ ولا یخرج الشئ بما علم اللہ واخبر بعدم وقوعہ عن حد الامکان۔ (یعنی جس چیز کے نہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ مقدور وممکن ہوتی ہے اور کسی شے کے عدم وقوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم وخبر کے متعلق ہونے سے وہ شے حد امکان سے خارج نہیں ہو سکتی۔

جس سے ظاہر ہوا کہ خلاف فرمودہ او تعالیٰ شانہ اوسکی قدرت سے خارج نہیں ہے اور جب یہ صورت ہی تو خلاف خبر یعنی کذب کی نسبت اس تفسیر میں جہاں کہیں الفاظ محال وممتنع لکھے ہیں اونسے محال بالغیر ہی مراد ہے اور چونکہ محال بالغیر بھی تیقن عدم وقوع میں محال لذاتہ سے کم نہیں ہوتا اسلیئے کلام الہی کا ازل سے موصوف بصفت صدق ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ہر وعدہ ووعید کا جھوٹ سے منزہ ہونا لامحالہ ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ امام موصوف کا ارشاد ہی مجتہد صاحب ایک سنی المذہب امام کے قول سے معتزلیوں کے مذہب سلب قدرت باری کے ثابت کرنے کی فضول

کوشش کرتے ہیں۔

اسی موقع پر جناب مجتہد صاحب نے موٹے قلم سے لفظ تنبیہہ لکھکر حوالہ قلم فرمایا ہے کہ حضرت امام موصوف صاحب تفسیر کبیر نے جواز کذب الٓہی کے ماننے کو قریب بکفر لکھا ہے۔ اور تنزیہہ چہارم میں اُس عبارت کے نقل کرنیکا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا ہم بھی اوسکے متعلق تنزیہہ چہارم میں ہی مجتہد صاحب کی تحریف وغلط بیانی جو اُنھوں نے اُوس عبارت کے نقل فرمانے میں کی ہی ناظرین کو دکھائینگے اِسوقت صرف اسقدر عرض کردینا کافی ہی کہ وہ عبارت قائلین وقوع خلف وعید کے رد میں ہی۔ امام صاحب نے اسوجہ سے کہ وقوع خلف وعید سے وقوع کذب لازم آتا تھا۔ قریب بکفر کا لفظ لکھ کر ڈرایا ہے۔ قدرت سے انکار کرنا ہرگز اونکا مذہب نہیں ہے۔ یہ عقیدہ انکار وسلب قدرت تو جناب مجتہد صاحب اور اُنکے پیشواؤں ہی کی ایجاد ہے صاحب تفسیر کبیر جو ائمہ مذہب سنت والجماعت میں سے ہیں خدانخواستہ ایسا عقیدہ جس سے عجز خداوندی لازم آئے کیوں اختیار فرمانے لگے تھے۔

(۱۷) تحت آیہ شریفہ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ۔ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ۔ لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالی محال (اللہ تعالی اس آیت میں انکار فرماتاہی اس سے کہ کوئی شخص اللہ تعالی سے زیادہ سچا ہو۔ کہ اُس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال ہی۔

یہ عبارت تفسیر بیضاوی کی ہے اور اُس میں یہ بھی ہے۔ الاخبار بوقوع الشئی او عدمہ لا ینفی القدرۃ علیہ۔ کاخبارہ تعالی عما یفعل او العبد باختیارہ۔ (یعنی کسی شے کے وقوع یا عدم وقوع کی خبر دینا اُس شے پر سے قدرت کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا خبر دینا اُس امر کی نسبت جو وہ خود یا اُسکا کوئی بندہ اپنے اختیار سے کریگا۔)

اُسپر فاضل لاہوری نے حسب ذیل حاشیہ لکھا ہے قولہ الاخبار۔ جواب عن الاستدلال المذکور حاصلہ ان ایمانھم لیس من المتنازع فیہ لانہ امر ممکن فی نفسہ۔ وباخبارہ تعالی بعدم الایمان لا یخرج من الامکان۔ غایۃ انہ یصیر ممتنعا بالغیر۔ (یعنی یہ جواب ہی استدلال مذکور کا اور حاصل جواب یہ ہے کہ ایمان اُنکا باب متنازع فیہ سے نہیں ہے۔ اسلیئے کہ وہ فی نفسہ امر ممکن ہی۔ اور ممکن اللہ تعالی کے خبر دینے کی وجہ سے امکان سے باہر نہیں ہو سکتا۔ غایت اُسکی

یہ ہے کہ وہ ممکن سے ممتنع بالغیر ہو جاویگی۔

چونکہ ممتنع بالغیر خارج از قدرت الہیہ نہیں ہوتا لہذا تفسیر مذکور میں اوس موقع پر جہاں سے مجتہد صاحب نے عبارت نمبری ۱۷ نقل فرمائی ہے۔ محال بالغیر ہی مراد ہے۔

(۱۸) تحت آیہ وافی ہدایہ۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا (الآیہ) تمئیز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ۔ لاستحالۃ الکذب علیہ لقبحہ۔ لکونہ اخبارا عن الشئ بخلاف ما ھو علیہ۔ (یعنی اس آیہ شریفہ میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ تعالی سے زیادہ سچا نہیں ہے کہ اُسکا کذب تو اپنے معنوں ہی کی رو سے قبیح ہے۔ کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔)

یہ عبارت تفسیر مدارک کی ہے۔ ترجمہ میں کذب کی نسبت لفظ محال بالذات تو جناب مجتہد صاحب نے اپنی طرف سے ایزاد فرماکر داد تحریف دی ہے۔ ورنہ اصل عبارت میں صرف لفظ استحالہ لکھا ہے اور چونکہ محال ہونے کی وجہہ قبیح ہونا ذکر کی ہے اسلیئے محال لغیرہ کے سوا دوسری قسم کا محال مراد نہیں ہوسکتا۔ جیساکہ طوالع کی شرحوں اور دیگر کتب سے ہم ثابت کرچکے ہیں اُسکے علاوہ مثل تفسیر بیضاوی اس تفسیر میں بھی لکھا ہوا ہے کہ الاخبار بوقوع الشئ اوعدمہ لاینفی القدرۃ علیہ۔ کاخبارہ تعالی عما یفعلہ اوالعبد باختیارہ۔ جس سے ثابت ہے کہ صاحب تفسیر مدارک ہرگز جناب مجتہد صاحب کی طرح قدرت باری تعالی کے منکر نہیں ہیں۔

(۱۹) تحت آیہ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ (الآیہ) انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالی فی وعدہ و سائر اخبارہ۔ وبیان الاستحالۃ کیف لا۔ والکذب محال علیہ۔ دون غیرہ۔ (آیت میں انکار ہے اسکا کہ کوئی شخص اللہ تعالی سے زیادہ سچا ہو۔ وعدہ میں یا اور کسی خبر میں۔ اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا۔ اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالی کا کذب تو ممکن ہی نہیں۔ بخلاف اوروں کے۔)

یہ حوالہ تفسیر ابی السعود کا ہے اور اس تفسیر میں بھی وہ عبارت موجود ہے جو تفسیر بیضاوی و مدارک سے اوپر نقل ہوچکی ہے اور جس سے جناب باری عز اسمہ کا فرمودہ خود کے خلاف پر قادر ہونا ظاہر ہے۔

(۲۰) تحت آیہ کریمہ۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ۔ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ۔ (آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے۔ نہ اُسکے غیر پر۔)

یہ عبارت تفسیر روح البیان کی ہے اور اسمیں بھی عبارت منقولہ از تفسیر بیضاوی موجود ہی

(۲۱) الکذب علی اللہ تعالیٰ محالٌ۔ لانہ دناءۃٌ۔ (اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔)

یہ عبارت شرح سنوسیہ کی بتائی گئی ہے۔ مگر کتاب مذکور ہمکو نہیں ملی۔ تاہم اسمیں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ہمارے خلاف اور مجتہد صاحب کے مواقف ہو۔ اسلیئے کہ لفظ محال کی ساتھ بالذات یا بالغیر کی تصریح نہیں ہے۔ اور چونکہ دناءت کو استحالہ کا سبب گردانا ہے جو قبیح ہی اسلیئے محال لغیرہ کے سوا دوسرا محال اس موقع پر مراد نہیں ہو سکتا۔

(۲۲) ممتنع علیہ الکذب اتفاقاً لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محالٌ اجماعاً۔ (کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال۔)

یہ عبارت فاضل سیف الدین کی شرح مواقف میں سے نقل کی ہے۔ اسکی بھی وہی کیفیت ہے جو نمبر (۲۱) کی ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ صدور خلاف جناب باری سے محال ہے مگر خارج از قدرت نہیں ہے۔

(۲۳) الکذب نقص والنقص علیہ تعالیٰ محالٌ فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص کالجھل والعجز۔ (جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔ تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل۔ جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الٰہی۔)

یہ عبارت شرح عقائد جلالی کی ہے اور فی الواقع مجتہد صاحب کے پیش کیئے ہوئے ۳۰ حوالوں میں سے صرف یہی ایک عبارت ہے جو بظاہر منکرین قدرت باری عز اسمہ کیواسطے دستاویز ثبوت کہی جا سکتی ہے اسلیئے کہ اور جسقدر عبارتیں ہیں سب میں محال یا ممتنع لکھا ہے جو محالات لذاتہ ولغیرہ دونوں کے لیئے برابر مستعمل ہوتے ہیں اور اس عبارت میں قدرت کی نفی کی گئی ہے۔ مگر ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں کہ لفظ قدرت بھی دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک معنی صفت قدیم دوسرے بمعنی تقدیر۔ چونکہ اس عبارت میں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے لفظ مذکور کا صفت قدیم کے معنوں میں ہونا پایا جائے۔ ممکن ہے کہ علامہ جلال نے تقدیر کے معنی مراد لیئے ہوں۔ اور اس صورت میں عبارت مذکور ہمارے خلاف نہیں ہو سکتی۔ اسلیئے کہ ہم بھی خلاف فرمودہ باری تعالیٰ کو صرف تحت قدرت قدیمہ سمجھتے ہیں۔ تحت تقدیر ہرگز نہیں

سمجھتے - اور اگر بالفرض جناب مجتہد صاحب کی خاطر سے تھوڑی دیر کیواسطے ہم مان بھی لیں کہ علامہ جلال کے ارشاد کا درصل وہی منشار ہے جو مجتہد صاحب سمجھے ہیں - یعنی خلاف مذکور کی نسبت علامہ موصوف خارج از قدرت قدیمہ ہونا ہی حوالہ قلم فرماتے ہیں - تب بھی ہمکو اس سے کچھ نقصان نہیں پہونچ سکتا - اسلیئے کہ اول تو ہم علامہ موصوف کے مقلد نہیں ہیں جو اُن کے ارشاد کو بلا دلیل مان لیں - دوسرے علامہ موصوف کا یہ ارشاد خلاف ہے تمام علمائے عقائد وکلام کے - جیساکہ ہم بجواب عبارات پیشکردہ مجتہد صاحب اسی حصہ میں بہت سے علما کے اقوال لکھ چکے ہیں - اور ابھی بہت سے اقوال اور موجود ہیں - جنکو حسب موقع آیندہ پیش کیا جائیگا - پس کسی ایک عالم کا قول چاہے وہ عالم کیسا ہی جلیل القدر کیوں نہو بہت سے علما کے مقابلہ میں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا - تیسرے علامہ جلال علیہ الرحمہ نے اپنے اس قول میں علامہ سید شریف رحمہ اللہ شارح مواقف کے اُس ارشاد کو رد کیا ہے جو ہم بجواب عبارات نمبری (۷ و ۸ و ۹) تحریر کر چکے ہیں چنانچہ خود علامہ جلال حوالہ قلم فرماتے ہیں ولا یجب (الثواب علیه فی الطاعة والعقاب علی المعصیة خلافاً للمعتزلة والخوارج - فانهم اوجبوا عقاب صاحب الکبیرة اذا مات بلا توبة وحرموا علیه العفو - واستدلوا علیه بان الله اوعد مرتکب الکبیرة بالعقاب - فلو لم یعاقب لزم الخلف فی وعیده - والکذب فی خبره - وهما محالان - واجیب عنه بان غایته عدم وقوعه ولا یلزم منه الوجوب علی الله تعالیٰ واعترض علیه الشریف العلامة بانه حینئذ یلزم جوازهما - وهو محالٌ - لان امکان المحال محالٌ - واجاب عنه بان استحالتهما ممنوعة - کیف وهما من الممکنات التی تشملها قدرة الله تعالیٰ - قلت الکذب نقص والنقص علی الله تعالیٰ محالٌ - الخ - (یعنی اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے کہ وہ طاعت پر ثواب دے اور گناہ پر عذاب کرے - برخلاف معتزلیوں اور خارجیوں کے کہ وہ مرتکب گناہ کبیرہ کا عذاب درحالیکہ وہ بلا توبہ مرا ہے خداوند تعالیٰ پر واجب سمجھتے ہیں اور عفو کرنا اسپر حرام جانتے ہیں - دلیل اُن کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مرتکب گناہ کبیرہ کے لیئے عذاب کا وعدہ فرمایا ہے لہذا اگر وہ عذاب نکرے تو اسکی وعید میں خلف اور اس کی خبر میں کذب لازم آئیگا - اور یہ دونوں محال ہیں - اس اعتراض کا جواب دیا گیا تھا کہ غایت اسکی

عدم وقوع عفو ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ پر عذاب کرنے کا وجوب لازم نہیں آتا۔ اس جواب پر علامہ شریف (شارح مواقف) نے اعتراض کیا ہے کہ ایسی صورت میں خلف وکذب کا جواز لازم آتا ہے اور وہ محال ہے اسلیئے کہ محال کا امکان بھی محال ہوتا ہے۔ اور خود ہی جواب دیا ہے کہ اُن دونوں (خلف وکذب) کا محال ہونا ممنوع ہے اس لیئے کہ وہ ممکنات میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ لہٰذا وہ ممکنات سے نہیں ہو سکتا۔ نہ اُسکو قدرت شامل ہے علامہ جلال کی اس تقریر پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں (قوله والنقص عليه محال۔ فلا يكون من الممكنات) لا يخفى انه موقوف على كونه ممتنعًا بالذات۔ ولا نسلم ذلك۔ اذ لو كان ممتنعًا لما وقع الكذب من احد۔ فهو ممتنع بواسطه انه مناف لكماله تعالیٰ۔ فيكون ممتنعًا بالغير۔ والامتناع بالغير لا ينافى امكان الذاتى۔ (یعنی علامہ جلال کا قول موقوف ہے کذب کے محال بالذات ہونے پر۔ اور ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے اسلیئے کہ اگر کذب بذاتہ محال ہوتا تو وہ کسی سے بھی واقع نہ ہو سکتا۔ پس وہ اس واسطہ سے محال ہے کہ وہ جناب باری عز اسمہ کے کمال کے منافی ہے اور اسلیئے محال بالغیر ہے اور محال بالغیر ہونا امکان ذاتی کے منافی نہیں ہوتا)

جس سے ظاہر ہے کہ علامہ موصوف کا یہ قول علامہ شریف جیسے محقق کے خلاف ہونے کے علاوہ دوسرے علما کے نزدیک بھی قابل استدلال نہیں ہے۔ اور جب یہ کیفیت ہے تو جناب مجتہد صاحب قبلہ اُسکے بھروسہ پر ناحق علمائے حقانی کا سامنا کر کے خفیف ہوتے ہیں

(۲۴) لا يصح عليه تعالى الحركة والانتقال ولا الجهل ولا الكذب۔ لانها نقص والنقص على الله تعالى محال۔ (اللہ تعالیٰ پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں۔ کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

یہ عبارت بھی اوسی شرح عقائد جلالی کی ہے۔ جس کی کیفیت اوپر عرض ہو چکی ہے۔ معہذا اُسمیں حرکت وانتقال اور جہل کی طرح کذب کا بھی جناب باری عز اسمہ پر صحیح نہونا لکھا ہے۔ اور صحیح ہونا وقوع وصدور کی حالت میں بولا جا سکتا ہے لیکن اس اعتبار سے عبارت مذکور بالکل

درست ہے اسلیئے کہ وقوع کا کوئی قائل نہیں۔ جو صحت کی نوبت پہنچے۔ لیکن جناب مجتہد صاحب نے براہ دانشمندی لا یصح کا ترجمہ "ممکن نہیں" کیا ہی جس سے ناواقفوں کو عدم مقدوریت کذب کا دھوکا ہوسکتا ہے۔ مگر اول تو ترجمہ مجتہد صاحب کا ہے۔ علامہ جلال کے ارشاد پر اُسکا اثر نہیں پڑسکتا۔ دوسرے اگر بالفرض علامہ موصوف کا بھی یہی مقصود ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حرکت و انتقال اسوجہ سے کہ اُنسے ذات باری میں تغیر لازم آتا ہے اور جہل اس سبب سے کہ اُوسکی وجہ سے علم کا جو صفت حقیقیہ ہے۔ سلب لازم آتا ہے اور ذات وصفات حقیقیہ تحت قدرت نہیں۔ لہذا حرکت و انتقال وجہل (ضد علم) کا خارج از قدرت الہیہ ہونا تو مسلم مگر صدق تو صفات حقیقیہ میں داخل نہیں ہے بلکہ اُسکا شمار صفات اضافیہ فعلیہ میں ہے۔ پھر کذب کو جو ضد صدق ہے کسطرح خارج از قدرت کہا جاسکتا ہے اور اگر اُسکو خارج از قدرت کہینگے تو صدق کا بھی خارج از قدرت ہونا لازم آئیگا لان القدرۃ تتعلق بالضدین اور ایسی صورت میں صفات حقیقیہ و اضافیہ یکساں ہوجائیگی۔

(۲۵) قدس تعالی شانہ عن الکذب عقلاً وشرعاً اذھو قبیح۔ یدرک العقل قبحہ من غیر توقف علی شرع۔ فیکون محالاً فی حق اللہ تعالی عقلاً وشرعاً۔ کما حققہ ابن الھمام وغیرہ (اسد عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا ہے۔ اسلیئے کہ کذب قبیح عقلی ہی کہ عقل خود بھی اُسکے قبح کو مانتی ہی بغیر اسکے کہ اُسکا پہچاننا شرع پر موقوف ہو۔ تو جھوٹ بولنا اللہ تعالی کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح سے محال ہے جیسے کہ امام ابن ہمام وغیرہ نے اُس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

یہ عبارت کنز الفوائد کی ہے اور اسمیں لفظ محال سے کونسا محال مراد ہے۔ اُس کا معلوم ہونا موقوف ہے امام ابن ہمام صاحب مسایرہ کے ارشاد پر۔ چنانچہ امام موصوف نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ ہم بجواب عبارات نمبری (۱۰ و ۱۱) ناظرین کو دکھاچکے ہیں۔ لہذا صاحب کنز الفوائد نے جو لفظ محال استعمال کیا ہے۔ اس سے محال بالغیر ہی حسب ارشاد امام ابن ہمام علیہ الرحمہ مراد ہوگا۔ اور لفظ محال عقلی سے جو اس عبارت میں ہے وہ محال نہیں سمجھا جائیگا جو خارج از قدرت الہیہ ہوتا ہے بلکہ لفظ عقلاً سے اس قسم کا شبہ بھی نہیں کرنا چاہیے اسلیئے کہ ممتنع عقلی کی ایک قسم ممتنع بالغیر بھی ہے۔

(۲۶) الکذب علیہ تعالیٰ محال ؎ (اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے)

یہ عبارت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ کی ہے جو اُنھوں نے شرح فقہ اکبر میں حوالہ قلم فرمائی ہے ہم بھی کذب کو محال ہی کہتے ہیں مگر ہماری مراد محال سے محال بالغیر ہے ....

اور اس عبارت میں محال لذاتہ مراد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے - لہذا یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں ہے جناب مجتہد صاحب نے اُسکے نقل کرنے میں ناحق تکلیف اُٹھائی - علاوہ ازیں علامہ علی قاری جس قسم کا استحالہ مانتے ہیں وہ علامہ موصوف کے ارشاد ذیل سے جو اُنھوں نے شرح حصن حصین میں زیر قول ماتن وان لا یعتدی بالدعاء یان یدعوا بمستحیل حوالہ قلم فرمایا ہے - اے شرعًا وعادۃ مثل طلب النبوۃ بعد خاتم النبوۃ او عدم الآدمیین -

یعنے صاحب حصن حصین نے فرمایا تھا کہ دعا میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کہ امر محال کے لیئے دعا کرنے لگے اُسکی شرح میں علامہ موصوف فرماتے ہیں خواہ وہ محال شرعًا ہو یا عادۃً - جیسے خاتم النبوۃ کے بعد طلب نبوت - یا کل آدمیوں کا معدوم ہوجانا -

جس سے ظاہر ہے کہ بعد خاتم النبوۃ کے کسی کا نبی ہونا محال شرعی ہے اور محال شرعی وہ محال نہیں ہوتا جو قدرت خداوندی سے بھی خارج سمجھا جائے - اور یہ امر اُسی وقت تحت قدرت ہوسکتا ہے جب خلاف فرمودہ او تعالیٰ تحت قدرت ہو -

(۲۷) المعتزلۃ قالوا - لولا کون الحکم عقلیاً - لما امتنع الکذب منہ تعالیٰ - والجواب انہ نقص - فیجب تنزیھہ تعالیٰ عنہ - کیف وقد مر انہ عقلی باتفاق العقلاء - لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملۃ النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحنہ (اھ ملخصًا مع الشرح) حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہل سنت سے کہا کہ اگر حکم عقلی نہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب عقلی نہ رہے حالانکہ اُسے ہم تم بالاتفاق عقلی مانتے ہیں اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اسلیئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں - اُسکے عقلی ہونے پر تمام عقلا کا اجماع ہے - وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہے - اور اُس کی شان میں محال عقلی -

(۲۸) الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ بذلک اثبت

الحکماء الذین ہم غیر متشرعین بشریعۃ الاستحالۃ المذکورۃ - فان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بین فی الکلام - (اھ ملخصاً) (جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے - اسی دلیل سے وہ حکما تک اُسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغگوئی جمع نہونگی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے -

(۲۹) اللہ تعالیٰ صادق قطعاً لاستحالۃ الکذب ھناک - (اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں -)

یہ ہر سہ عبارات نمبری (۲۷ لغایتہ ۲۹) مسلم الثبوت اور اُس کی شرحوں کی ہیں اسی مسلم الثبوت کے مصنف اپنے منہیہ میں فرما چکے ہیں - وقد یجاب بانا لا نسلم امتناع الکذب علی اللہ تعالیٰ وامتناع اظہار المعجزۃ علی ید الکاذب امتناعاً عقلیاً - لانہما من الممکنات وقدرتہ شاملۃ - ولو سلم الامتناع فلا نسلم ان انتفاء القبح العقلی یستلزم انتفائہ - لجواز ان یمتنع بمدرک آخر وھو العادۃ - (یعنی کبھی اسطرح جواب دیا جاتا ہے کہ ہم کذب علی اللہ و اظہار معجزہ علی ید الکاذب کو محال عقلی نہیں سمجھتے - اسلیئے کہ وہ دونوں ممکن ہیں اور جناب باری تعالیٰ شانہ کی قدرت اُنھیں شامل ہے اور اگر محال ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرینگے کہ قبح عقلی کا منتفی ہونا امتناع کے انتفا کو مستلزم ہوگا - اسلیئے کہ کبھی دوسری دلیل کے سبب سے محال ہونا بھی جائز ہوتا ہے - اور وہ عادت ہے -)

جس سے اچھی طرح ظاہر ہے کہ صاحب مسلم الثبوت کے نزدیک خلاف فرمودہ جناب باری کا تحت قدرت ہونا مسلم ہے مگر دوسری وجوہ سے وہ محال عادی ہے اور یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے - مجتہد صاحب بالقابہ نے اس صریح مضمون کو چھوڑ کر عبارات مندرجہ بالا کو بلفظ ملخص تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے چنانچہ عبارت نمبری (۲۹) اسطرح تھی -

ایعاد اللہ تعالیٰ خبر - فہو صادق قطعاً - لاستحالۃ الکذب ھناک (یعنی خداوند تعالیٰ کا وعدہ عذاب ایک خبر ہے اور وہ بوجہ محال ہونے کذب کے قطعاً صادق ہے -)

جس سے عیاں ہے کہ صاحب مسلم الثبوت و شارح علیہما الرحمہ نے قائلین وقوع خلف وعید کے مقابلہ میں عبارت مذکور تحریر فرمائی تھی - جناب مجتہد صاحب نے اُسمیں سے لفظ ایعاد و

لفظ خبر کو محذوف کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور اس کارروائی پر علمائے حقانی سے مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوگئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ انھیں نیک ہدایت دے۔

(۳۰) زیر قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللّٰہ عھدہ۔ خبر او تعالیٰ کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانیست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد۔ درحق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص است۔ خلاف خبر مطلقاً نقصان محض است (اہ ملخصاً)

یہ عبارت تفسیر فتح العزیز مولفہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ الشریف کی ہے جنکی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے سے بعض وظیفہ خواران سلطنت اودھ نے مخالفت شروع کی تھی جیسا کہ ہم ابتدا میں عرض کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ اُنکے بھتیجے او جانشین حضرت مولانا شاہ اسمعیل شہید علیہ الرحمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل اُنکے مقدس بزرگ صاحب تحفہ کے ارشادات کے موافق ہے مگر بایں ہمہ جناب مجتہد صاحب نے عوام کو مغالطہ دینے کے واسطے تفسیر عزیزی کی عبارت مندرجہ صدر نقل کرنے کے بعد حسب ذیل الفاظ حوالہ قلم فرمائے ہیں۔ "افسوس امام وہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نفرمائی کہ تفسیر عزیزی میں یوں تصریح کی ٹھیرائی"

لفظ امام وہابیہ سے جناب مجتہد صاحب نے اس موقع پر اونھیں حضرت مولانائے شہید علیہ الرحمہ کیطرف اشارہ کر کے یہ خیال خام ظاہر فرمایا ہے۔ کہ گویا یہ عبارت مسئلہ زیر بحث سے متعلق اور حضرت مولانائے شہید علیہ الرحمہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ خیال اُنکا سراسر غلط ہے

قبل اسکے کہ ہم جناب مجتہد صاحب کے خیال کا غلط ہونا ثابت کریں۔ ناظرین کے اس استعجاب کا رفع کیا جانا ضروری ہے کہ مجتہد صاحب نے یہ رسالہ جس سوال کے جواب میں لکھا ہے اوسمیں مولانائے شہید کا مطلق ذکر نہیں۔ اوسکے بعد جو کچھ مجتہد صاحب نے شروع سے اس موقع تک حوالہ قلم فرمایا ہے اوسمیں اس مقدس بزرگ کی طرف اشارہ تک نہیں۔ پھر دفعۃً اس جگہ بلا تذکرہ ما سبق صرف لفظ امام وہابیہ لکھ کر ناظرین رسالہ خود کو حیرت میں کیوں ڈالا گیا۔

بات یہ ہے کہ جناب مجتہد صاحب بانقابہ بریلی تشریف رکھتے ہیں اور جو بندگان

خدا وہاں رکھے جاتے ہیں اونکی باتیں ایسی ہی بے میل ہوتی ہیں۔ موقع بے موقع کا انھیں خیال نہیں ہوا کرتا۔ معہذا زیرکان بدایوں نے اپنے ملنے والوں کو حضرت مولنائے شہید کے نام سے ایسا خائف کر رکھا ہے کہ وہ بیچارے اُنکا نام بھی لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ پھر جناب مجتہد صاحب اپنے پیشواؤں کی ہدایت اور اپنے اخوان ملت کے طرزعمل کے خلاف حضرت مولنائے شہید علیہ الرحمہ کا نام لینے کی کیسے جرات کرسکتے تھے۔ لہذا مجتہد صاحب بہادر کی یہ کارروائی تو بوجہہ مجبوری کے ہے۔ لیکن ایسے بزرگ و بزرگ زادہ کا جو حافظ حاجی۔ عالم باعمل۔ صوفی اور مجاہد و شہید فی سبیل اللہ ہو گزرا ہے ذکر خیر امام وہابیہ کے لفظ سے بُرائی و توہین کے ساتھ مجتہد صاحب نے کیوں کیا۔ یہ وہی تحفہ اثناعشریہ کی کدورت ہے جو اس پیرایہ میں نکالی جاتی ہے ورنہ یہ ممکن نہیں کہ اُن مقدس بزرگان دین کا جانشین جو شیخ عبدالوہاب نجدی سے بہت پہلے ہو گزرے ہیں اور اُوسکی پیدائش سے بہت پہلے اتباع سنت نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام کا سلسلہ اُنکی ذات سے ہندوستان میں جاری ہو چکا تھا۔ کوئی ایسی بات کرے جو اُوسکے بزرگوں کی روش کے خلاف اور اُسکو ایک غیر شخص (عبدالوہاب نجدی) کی طرف منسوب کرنے والی ہو۔

ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ مولنائے شہید علیہ الرحمہ کا کوئی فتوے ایسا نہیں جس کی سند علمائے سلف اور اُونکے خاندانی بزرگوں کے ارشادات سے نہ ملتی ہو۔ یا اُونکا کوئی قول اُن مقدس حضرات کے خلاف ہو۔ اُسکے لیئے ہم فرداً فرداً ایک ایک معاملہ کا ثبوت دینے کے لیئے ہر وقت تیار ہیں۔ جسکا جی چاہے تعصب اور نفسانیت سے خالی الذہن ہوکر ہم سے تحقیق کرلے۔

اِسوقت چونکہ مسئلہ مقدوریت خلاف فرمودہ او تعالیٰ شانہ کی بحث ہے اور جناب مجتہد صاحب نے مولنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے ایک ارشاد کو حضرت مولنائے شہید کے خلاف سمجھ کر پیش کیا ہے لہذا عرض ہے کہ یہ عبارت بھی اُس مقدس بزرگ یا مسئلہ زیربحث کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ اسلیئے کہ اصل عبارت تفسیر کی یہ تھی۔ فلن یخلف اللہ عھدہ۔ یعنی ہرگز خلاف نخواہد کرد خدا تعالیٰ ایں عہد حکمی خود را۔ زیراکہ خبر او کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانیست عظیم

که هرگز بصفات او راه نیابد - وآنچه بعضے ظاهر بینان گفته اند که خلاف در وعدهٔ نیک نقصان
است و در وعید بد کرم ولطف است - مبنی ست بر قیاس غائب بر شاهد - در حق او تعالے
که مبرا از جمیع عیوب و نقائص است خلاف خبر مطلقاً نقصان است - خواه نیک باشد خواه بد -

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر فتح العزیز وقوع خلاف کو رد فرما رہے ہیں اور اونکا خطاب صرف قائلین وقوع خلف وعید کی طرف ہے - انکار قدرت اُسکے کسی لفظ سے مترشح نہیں ہوتا - جناب مجتہد صاحب نے اس عبارت میں سے وہ الفاظ جو قائلین وقوع خلف وعید کیطرف مشیر تھے اور جنپر ہمنے خط کھینچدیا ہے اگرچہ نکالڈالے ہیں اور باقی محرف عبارت پیش کی ہے تاہم مولنائے شہید علیہ الرحمہ کے اس ارشاد پر کہ خلاف فرمودہ او تعالی تحت قدرت اور ممتنع بالغیر ہے کوئی اثر نہیں پہونچ سکا - اسلیے کہ ممتنع بالغیر بھی عدم وقوع میں جبکہ ممتنع لذاتہ کے برابر ہے تو اوسکے وقوع کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور جب خلاف واقع ہی نہیں ہوتا تو جناب باری عز اسمہ کی صفات تک وسکو کیسے راہ ملسکتی ہی - قدرت قدیمہ کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے وہ جسطرح ممکنات پر حاوی ہے ممتنعات بالغیر بھی اُسکے احاطہ سے خارج نہیں ہیں - مگر صرف تحت قدرت ہونے سے کسی شے کا وقوع ضروری نہیں ہو سکتا - تاوقتیکہ شے مذکور صفت تکوین سے متعلق نہو -

غرضکہ صاحب تفسیر جو وقوع خلاف کا رد فرماتے ہیں وہ بالکل درست ہی اور مولنائے شہید یا اُونکے متبعین کو اوس سے انکار نہیں ہی - بلکہ وہ اُوسپر ایمان رکھتے ہیں اور قدرت کے متعلق اس عبارت میں بحث نہیں ہی - لہذا وہ مولنائے شہید کے خلاف نہیں ہو سکتی - ہاں یہ شبہ ضرور ہو سکتا ہی کہ اگرچہ یہ عبارت خلاف نہیں ہے - لیکن اوس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جناب باری تعالی اپنے فرمودہ کے خلاف پر قادر ہے -

اس شبہ کے متعلق اگرچہ اسیقدر کہنا کافی ہو سکتا تھا کہ حضرت مولنا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کے سامنے اِس قسم کا سوال پیش نہیں ہوا - نہ اونکی زندگی میں مخالفین کی یہ شورش ہوئی ورنہ جسطرح مذہب اثنا عشریہ کے لیے اُنھوں نے تحفہ تیار کیا تھا اُونکے معاونین کے واسطے بھی ایک ہدیہ ترتیب و یدیتے - مگر اس سچی بات کو کون مان سکتا ہے - لہذا ہم اوسی تحفہ سے جسپر ساری

مخالفت اُٹھی ہے۔ مولانائے شہید کے ارشاد کی تائید کئے دیتے ہیں ناظرین عزیز ملاحظہ فرمائیں

(۱) کید اول آنکہ۔ نزد اہل سنت باری تعالیٰ چیزے راکہ بر ذمہ او واجب است اخلال و اہمال میفرماید۔ وانچہ لائق مرتبہ الوہیت است ترک میکند۔ واین طعن افترائے محض است۔ (الی ان قال) اہل سنت از اول امر منکر وجوب بر باریتعالیٰ شدند۔ تا دریں قسم شبہات دست و پا گم نکنند۔ و فرق دیگر مثل شیعہ و معتزلہ اول قائل بوجوب اصلح و لطف گشتند و چوں در واقع خلاف آن دیدند (الی ان قال) بعد از خجالت بر اہل سنت طعن نمودند کہ ایشاں چیزے راکہ ما واجب دانیم و عقل ما و فہم ما حکم بوجوب آن بر باری تعالیٰ بقیاس غائب بر شاہد مینماید۔ از باریتعالیٰ واجب الصدور نمیدانند۔ و ترک آنرا محال نمیگویند۔ واین مغالطہ است کہ اکثر در مسائل تنزیہیہ در پیش آمدہ۔ و جوابش ہم ظاہر است کہ انچہ شما او را واجب بر و میدانید۔ در حقیقت واجب نیست۔

(۲) کید دوم نیز ازیں قبیل است۔ گویند اہل سنت صدور قبائح از باریتعالیٰ تجویز مینمایند (الی ان قال) و نمی فہمند کہ مذہب اہل سنت آنست کہ لا قبیح منہ تعالیٰ یعنی اموریکہ نسبت بانسان و شیطان قبیح است و براں مواخذہ میشود۔ نسبت بباری تعالیٰ قبحے ندارد۔ و ہم ظاہر است کہ حُسن و قبح امرین اضافیین اند۔ مختلف مے شوند۔ باختلاف منسوب الیہ۔ قباحت این است کہ از باری تعالیٰ بعض اشیا را قبیح و بعض را حسن دانیم۔ و در ورطۂ اشکال افتیم۔ (الی ان قال) تحقیق حق دریں ہر دو مسئلہ آنست کہ وجوب بر سہ قسم است۔ طبعی و شرعی و عقلی۔ و علیٰ ہذا القیاس حسن و قبح را باید فہمید و باجماع ثابت است کہ وجوب طبعی و شرعی در حق باریتعالیٰ ثابت نیست زیراکہ اول مستلزم بے اختیاری و ناچارگی ست۔ و ثانی مستلزم محکوم و مکلف بودن۔ آمدیم بر وجوب عقلی۔ زیراکہ اگر معنی وجوب عقلی آنست کہ انچہ عقل عقلا او را در ہر واقعہ تقاضا کند۔ باریتعالیٰ را ازاں خلاف کردن جائز نباشد۔ پس خود منافی معنی الوہیت است۔ و بحث ہم دریں معنی ست و شیعہ و معتزلہ ہمیں معنی را در دین یا در دین و دنیا جمیعاً ثابت میکنند۔ (الی ان قال) اگر معنی وجوب عقلی آنست کہ انچہ حکمت او تعالیٰ بمصالح کلیہ عالم تقاضا میکند بر طبق آن ازو صادر میشود۔ پس این معنی نزد اہل سنت و جماعت نیز مسلم است (الی ان قال) و لہذا اہل سنت و جماعت این قاعدہ نہادہ اند کہ ہر چہ از باری تعالیٰ صادر شود اجمالاً اعتقاد باید کرد کہ موافق حکمت نبود پس افعال باری تعالیٰ

را دلیل بر حکمت باید ساخت۔

(۳) کید سوم آنکہ۔ گویند اہل سنت تجویز ظلم کنند بر باری تعالی۔ زیرا کہ اعتقاد دارند کہ اگر حق تعالی بے گناہ را بلکہ مومن مطیع را بدوزخ اندازد و اورا عذاب ابدی نماید جائز است۔

جواب این کید سابقاً معلوم شد کہ از باری تعالی نزد اہل سنت ظلم ممکن نیست۔ زیرا کہ ہمہ مخلوقات خلق وملک اویند۔ ہر چہ خواہد کند۔ ومع ذالک تجویز تعذیب چیزے دیگر است۔ و وقوع آن چیزے دیگر۔

(۴) عقیدہ ہفتم آنکہ اللہ تعالی قادر مختار است ہر چہ میکند بارادہ واختیار میکند۔ اسمعیلیہ گویند کہ او تعالی قادر ومختار نیست۔ ہرگاہ چیزے را دوست داشت بے اختیار او موجود میشود۔

(۵) عقیدہ ہشتم آنکہ۔ حق تعالی بر ہمہ چیز قادر است۔ شیخ ابوجعفر طوسی وشریف مرتضی وجمع کثیر از امامیہ دریں عقیدہ خلاف دارند۔ گویند کہ او تعالی بر عین مقدور بندہ قادر نیست وان اللہ علی کل شیٔ قدیر مکذب ایشاں است۔

اسی طرح اور بھی بہت سے مقامات میں موجود ہے۔ اور ان ارشادات حضرت صاحب تحفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افعال کو حسن ہونے کی وجہ سے جناب باری عزاسمہ پر واجب جاننا اور بعض کو قبیح اور عین مقدور بندہ ہونے کے سبب سے خارج از قدرت سمجھنا اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ علمائے مذہب سنت والجماعت کسی شے کو اس تعالی شانہ پر واجب نہیں جانتے۔ اور جملہ اشیا کو خواہ وہ حسن ہوں یا قبیح یا عین مقدور بندہ تحت قدرت باریتعالی سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس تجویز مقدوریت قبائح کو مخل تنزیہہ سمجھکر اعتراض کرتا ہے تو اوسکو یہ کہکر خاموش کر دیتے ہیں کہ کسی شے کی تجویز یعنے مقدوریت اور اوسکے واقع ہونے میں فرق ہے گویا کہ حضرات علمائے مذہب حقہ سنت والجماعت کے نزدیک کسی فعل قبیح پر قدرت ہونا عیب نہیں ہے۔ ہاں اوسکا وقوع بیشک عیب ہے اور یہی ارشاد مولانائے شہید کا بھی ہے۔ جناب مجتہد صاحب جو اونکے ارشاد پر اعتراض فرمارہے ہیں۔ وہ در اصل صاحب تحفہ اور جملہ علمائے مذہب سنت والجماعت پر ہے اور اس سے ہر شخص قیاس کرسکتا ہے کہ اون کا مذہب در اصل کیا ہے۔

ہمارے رسالہ کے ناظرین آگے چلکر جناب مجتہد صاحب کی عقلی دلائل میں ملاحظہ فرمائینگے کہ اُنھوں نے بعینہ وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو علمائے مذہب امامیہ اثنا عشریہ نے بمقابلہ علمائے مذہب سنت والجماعت لکھے ہیں۔ اور جنکا جواب شاہ صاحب نے تحفہ میں دیا ہے ایسا شخص اگر یہ توقع رکھے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ارشادات سے بدلیکر اُس مقدس بزرگ کے سچے جانشین پر الزام بیجا لگائے تو یہ اوسکی خام خیالی ہے۔

یہانتک ہمنے مجتہد صاحب بالقابہ کی پیش کی ہوئی ۳۰ عبارتوں کی کیفیت ظاہر کی ہے جو اُنھوں نے تحریف کیساتھ کسی سے سُن سناکر نقل کردی تھیں۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ جن کتابوں سے جناب موصوف سلب قدرت الٰہیہ کا اعتقاد ثابت کرنے چلے تھے اُنھیں سے عموم قدرت کا ثبوت باحسن الوجوہ حاصل ہوگیا اور ہر شخص نے جان لیا کہ جو عبارتیں ان کتابوں میں مجتہد صاحب کے مطلب کے خلاف موجود تھیں وہ اُنھوں نے چھپائیں۔

جناب موصوف کی اِس کارروائی سے دو احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اُنھوں نے ناواقف سنیوں کو گمراہ کرنے کے واسطے دانستہ اُن عبارتوں کو چھپایا۔ اور انھیں دھوکہ دیکر وہ عقائد تعلیم کرنے چاہے جو مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے موافق اور مذہب سنت والجماعت کے مخالف ہیں۔ دوسرے یہ کہ اُنھوں نے دانستہ تو ایسا نہیں کیا بلکہ کسی منکر قدرت کی تالیف میں وہ محرف عبارتیں دیکھیں اور غلبہ حسن ظن کی وجہ سے اصل کتابیں ملاحظہ کئے بدون اپنے رسالہ واہیہ میں اُنھیں کو نقل کر گئے۔

ناظرین سچ کہنا آدھی لڑائی ہوتا ہے۔ لہذا اگر ہم پہلا احتمال پیش کریں تو جناب مجتہد صاحب اور اونکے معتقدین لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں۔ گو ہمیں اس امر کا تو اُن سے خوف نہیں ہے اور ہم ہر حالت میں اونکے مقابلہ کے لیئے موجود ہیں۔ مگر ایک ایسے شخص کی طرف جو اپنے آپ کو سنی المذہب مسلمان کہتا ہے۔ چاہے وہ دراصل کچھ ہی ہو۔ ہم خود ایسا سخت الزام لگانا پسند نہیں کرتے اور اسلیئے دوسرا احتمال پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فی الواقع جناب موصوف نے اصل کتابوں کو ہرگز نہیں دیکھا بلکہ کسی بیرجی کے گنڈوں پر بھروسہ کرکے تیس مارخاں بنگئے تھے۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ جن عبارتوں سے عموم

قدرت الہیہ کا ثبوت کامل ملتا تھا وہ اُنھیں نظر نہ آتیں۔

بہر حال اب بھی کچھ نہیں گیا۔ توبہ کا دروازہ ہنوز کھلا ہوا ہے جناب مجتہد صاحب اور اُنکے حاشیہ نشینوں کو ضد اور سخن پروری سے قطع نظر کر کے از سر نو اس معاملہ کی تحقیق کرنی چاہیئے خدا نے چاہا تو جلد انھیں منکرین قدرت کی دروغ بیانی کا یقین ہو جائیگا۔ اس کام میں ہم ہر طرح ان کی مدد کے لیئے موجود ہیں بشرطیکہ اُنھیں تحقیق حق منظور ہو۔ اور اگر بقول ے

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

وہ سمجھنا ہی نہ چاہیں تو یہ دوسری بات ہے۔ لیکن اس صورت میں کم از کم اونکو اتنا تو ضرور چاہیئے کہ جو لوگ حق پر ہوں اونھیں گالیاں دیکر اپنے نامہ اعمال کو اور زیادہ رنگین تو نہ کریں۔ کہ اُسکا نتیجہ دین و دنیا دونوں میں اچھا نہیں ہے۔

ہماری اس گزارش کے بعد بھی اگر جناب مجتہد صاحب اپنے سابقہ غلط عقیدہ پر قائم رہے اور اُنھوں نے ہمارے معروضہ کا جواب لکھنا چاہا تو انشاء اللہ تعالیٰ اونکی طرف سے یہ جواب تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو عبارتیں ہمنے اُن کی پیش کی ہوئی کتابوں میں سے نقل کی ہیں۔ یا آئندہ موقع بموقع نقل کرینگے۔ اونمیں نہیں ہیں اسلیئے کہ ایسی صورت میں اصل کتابیں دیکھ کر ہر شخص اونھیں جھٹلا سکیگا۔ ہاں البتہ یہ جواب اونکی جانب سے ضرور پیش ہو سکتا ہے کہ علمائے مذہب سنت و الجماعت کی کتابوں میں متضاد باتیں لکھی ہوئی ہیں اور اسلیئے وہ سب کی سب ناقابل استدلال ہیں۔ ہر چند کہ ہم اچھی طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کتابوں کے مضامین بالکل متفق ہیں اور کسی قسم کا اختلاف و تضاد اُنمیں نہیں ہے۔ صرف سمجھ کا اُلٹ پھیر ہے۔ لیکن بپاس خاطر جناب ممدوح اگر ہم اون سب کتابوں سے قطع نظر بھی کر لیں۔ تاہم ہمارے عقیدہ کو کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ اسلیئے کہ ہمارا عقیدہ خود کلام الٰہی سے ثابت ہے۔

دیکھیئے اوس قادر علی الاطلاق نے اپنے کلام معجز نظام میں بہت سے مقامات پر بعض واقعات کی خبر دی ہے۔ اور پھر اُس خبر کے خلاف پر اپنا قادر ہونا بیان فرمایا ہے مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے کہ فمنکم کافر ومنکم مومن جس سے یہ خبر ظاہر ہوتی ہی کہ بعض مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے کافر اور بعض کو مومن پیدا کیا ہے اور یہ ایسی صحیح خبر ہے کہ مشاہدہ اُس کی تصدیق کر رہا ہے

مگر باوجود اس خبر دینے کے وہ تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدٰیھا جس میں وہ قادر مطلق تمام مخلوق کے مومن کر دینے پر اپنی قدرت کاملہ کا حاوی ہونا ظاہر فرماتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ ولکن حقت کلمۃ ربک لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین جس سے عیاں ہے کہ باوجود قدرت کے وہ اصدق القائلین اپنے فرمودہ کے خلاف تمام مخلوق کو ہرگز مومن کریگا نہیں۔ اسلیئے کہ اُسے دوزخ بھی بھرنی ہے۔ اور یہی علمائے مذہب سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اپنے فرمودہ کے خلاف پر اُوسے قدرت ہے مگر کریگا نہیں۔ اور اسی کو محال لغیرہ کہا جاتا ہے۔

جناب مجتہد صاحب کے پیشواؤں نے علمائے مذہب سنت والجماعت کے خلاف جو یہ عقیدہ اختراع فرمایا ہے کہ جناب باری عز اسمہ کو اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف پر قدرت ہی نہیں رہتی۔ قطع نظر اسکے کہ یہ معتزلیوں کے ایک فرقہ اسوار یہ کا صریحًا مذہب ہی ایک بہت بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ عقیدہ مذکور سے اُس اصدق القائلین کا معاذ اللہ بالفعل جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اسلیئے کہ بقول مجتہد صاحب آیہ وافی ہدایہ فمنکم کافر ومنکم مومن کے خلاف وہ قادر مطلق (عیاذا باللہ) تمام مخلوق کے مومن کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ مگر بااینہمہ وہ سبکے مومن کر دینے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور جس شخص میں کسی کام کرنے کی قدرت نہ ہو اور وہ اوسکے کر سکنے کا دعوے کرے تو اُسکے جھوٹا ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا ہے پس نتیجہ جو کچھ ہو گا ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من سوء الفھم وسوء العقیدہ)

افسوس ہے کہ جناب پیر جی عبد السمیع صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا ورنہ ہم اُن سے پوچھتے کہ حضرت آپ تو صرف لفظ امکان کذب پر ہی تعجب فرماتے تھے۔ جو منکرین قدرت باری تعالیٰ نے براہ چالاکی مقدوریت خلاف منصوص کی جگہ مشہور کر رکھا ہے۔ اب ان بگڑے دل بہادروں کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے جو صریحًا ارتکاب کذب کا الزام اُس اقدر القادرین اور اصدق القائلین پر لگا کر اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی کو روز افزوں کر رہے ہیں اور خرابی عاقبت سے مطلق خوف نہیں کرتے۔ چونکہ جناب موصوف ہمارے پیر بھائی تھے اور ہمیں کامل امید ہے کہ اونکا خاتمہ فساد عقیدہ پر نہیں ہوا ہو گا اسلیئے غالبًا جناب موصوف یہی فرماتے کہ میاں یہ

مجتہد صاحب قوم کے پٹھان ہیں۔ اور ایسے بہادر پٹھانوں کو ڈر اور خوف سے کیا علاقہ۔ اور جب خدا ہی کا خوف نہوا تو خرابی عاقبت سے کیا ڈرینگے۔

اس حد کارروائی پر بھی ہمیں اندیشہ ہے کہ جناب مجتہد صاحب کو جب یہ معلوم ہوگا کہ قرآن شریف بھی اونکے عقیدہ مخترعہ کے خلاف ہے تو شاید وہ اس موجودہ کلام مجید کو بیاض عثمانی قرار دیکر اوس سے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہیں اور فرمائیں کہ اصل قرآن تو امام آخرالزمان کے پاس ہے۔ اور اوسمیں یہہ آیات نہیں ہونگی اسکے جواب میں اگرچہ ہم کبرائے فرقہ اثنا عشریہ کے قول سے اسی موجودہ قرآن شریف کا اصلی قرآن مجید و فرقان حمید ہونا ثابت کرسکتے ہیں۔ مگر اونکا یہہ ارشاد سننے کے بعد چونکہ سب کو آپکے مذہب کی اصلیت معلوم ہوجائیگی اس لئے ہمکو آپسے زیادہ دست و گریبان ہونے کی ضرورت نرہیگی۔

ناظرین معاملہ کی اصلیت آپ کو اچھی طرح معلوم ہوچکی ہے۔ اور یہ امر صاف طور سے ثابت ہوگیا کہ سوائے صاحب عمدہ اور صاحب شرح عقائد جلالی کے کسی عالم نے خلاف فرمودہ او تعالی کا غیر مقدور ہونا اپنی تالیفات میں نہیں لکھا۔ اور اگرچہ قدرت کے دو معنوں میں مستعمل ہونے کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ لفظ مقدور سے اُنکے کلام میں خلاف مذکور کا تحت تقدیر نہونا مراد ہے۔ نفی قدرت قدیمہ ہرگز مقصود نہیں۔ معہذا ان اقوال کو دوسرے جلیل القدر علما بھی رد کرچکے ہیں تاہم بپاس خاطر جناب مجتہد صاحب اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے مان بھی لیں کہ بعض علمانے فی الحقیقت خلاف مذکور کو خارج از قدرت قدیمہ ہی سمجھا ہے گو جمہور علمائے دین مقدوریت کے قائل ہیں۔ تو اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہہ مسئلہ مختلف فیہ ہوگا اور مسائل مختلف فیہ میں ایک دوسرے پر طعن کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ یہی غرض حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی صاحب براہین قاطعہ کی تھی۔ جیسا کہ خود سائل نے اپنے استفتا میں براہین سے نقل کیا ہے۔ مگر اس صورت میں بھی جناب مجتہد صاحب قبلہ کا کذب و افترا پردازی سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے اس لیئے کہ جناب موصوف تو خیر سے اختلاف کو بھی نہیں مانتے۔ اور خلاف فرمودہ باری تعالی کے خارج از قدرت الٰہیہ ہونے پر تمام علمائے اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع بتاکر دنیا بھر کو اپنے جاہل

معتقدین کی طرح عقل سے بے بہرہ اور رہیے کا اندھا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ علم کلام کی کتابیں اُنکے اِس دعوے کی صریحاً تکذیب کر رہی ہیں۔

اِس جگہ مجتہد صاحب کی نقلی دلائل کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اُسکے بعد سے اُنھوں نے اپنے ذہن ثاقب سے دلائل عقلی پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ناظرین اونکی کیفیت تنزیہہ دوم کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں کہ وہ ناواقفوں کو کس کس طرح مغالطہ اور دھوکا دینا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ایک ناچیز اور حقیر بندہ کے قلم سے کیونکر اُن کی قلعی کھلواتا ہے۔

تنزیہہ دوم دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں

جناب مجتہد صاحب کے رسالہ کا یہ تیسرا حصہ ہے اور اسمیں جناب موصوف نے اونھیں عبارات مندرجۂ تنزیہہ اول کی بنا پر ۳۰ دلیلیں مستنبط فرمائی ہیں۔ مگر جس حالت میں کہ خود بدولت نے نقل عبارات ہی میں غلطی کی ہے تو اُن کی بنا پر حضرت کے استنباط کیسے صحیح ہو سکتے ہیں۔ اسلیے کہ جب بنیاد ہی ٹھیک نہو تو اوسپر عمارت کا بنانا محض بے سود اور بیکار ہے۔ ایسی کچی بنیاد پر جو عمارت بنے گی ہرگز قائم نہیں رہسکتی۔ پس ہماری طرف سے اول تو اون ۳۰ عقلی دلیلوں کا یہی معقول جواب ہے کہ براہ عنایت پہلے اپنے پیش کیے ہوئے نصوص کا اپنے مدعا کے موافق ہونا ثابت کیجیے۔ اور پھر اونپر عقلی دلائل متفرع کرنے کا نام لیجیے۔ لیکن چونکہ ہم کو جناب مجتہد صاحب کی خاطر منظور ہے اور ہماری دلی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ اونکو راہ راست پر لائے اور فساد عقیدہ کی آفت سے بچائے۔ اسلیئے ہر ایک دلیل کی نسبت بھی بقدر ضرورت عرض کیئے دیتے ہیں۔

مگر قبل اِسکے کہ مجتہد صاحب کی دلائل کا جواب دیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور بطور اصول کے بیان کر دیئے جائیں تاکہ اونکے ذریعہ سے ہمارے رسالہ کے دیکھنے والوں کو مجتہد صاحب کے بیچدار مغالطوں کی حقیقت سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) صفات قدرت و ارادہ و تکوین جناب باری عزاسمہ کی جدا جدا صفات حقیقیہ گنی جاتی ہیں

اونمیں سے قدرت اشیار ممکنہ کے وجود میں لانے اور نہ لانے پر مساوی طور سے شامل ہوتی ہے کوئی خاص جانب متعین نہیں ہوا کرتی۔ صفت ارادہ سے ایک خاص جانب کا تعین ہوتا ہی اور تکوین کے تحت میں آنے سے اوس جانب کا جو ارادہ کے تحت میں آنے سے متعین ہو وقوع ہوتا ہے۔ چنانچہ علاوہ عقلی ہونے اس قضیہ کے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی میں بھی ہے۔

"این تکوین ورلے قدرت است۔ چہ در قدرت صحت فعل و ترک است و در تکوین جانب فعل متعین است و نیز قدرت برارادہ تقدم دارد و تکوین بعد از اراوت ست" (انتہی بلفظہ) (دیکھو مکتوب بست و ششم جلد سوم صفحہ ۴۹)

اسی طرح آیہ وافی ہدایہ اذا اراد اللہ شیئاً ان یقول لہ کن فیکون سے یہی مستنبط ہوتا ہے اسلیئے کہ ارادہ کے بعد تکوین کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بعد تکوین کے وقوع کا ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) جو چیز اپنی ذات کے لحاظ سے ممکن ہو مگر دوسری وجوہ سے واجب بالغیر یا محال بالغیر ہو جائے تو اُس وجوب و استحالہ بالغیر کو مانع تعلق قدرت نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ قدرت قدیمہ اب بھی اوس چیز پر اوسی طرح محیط سمجھی جائیگی۔ جس طرح بصورت نہ لاحق ہونے وجوہ مذکورہ کے سمجھی جاتی۔ ہاں البتہ وجوہ مذکور مانع تعلق ارادہ و تکوین ہونگی۔ اور اسوجہ سے اشیار واجب بالغیر کے عدم اور محال بالغیر کے وقوع کی کبھی نوبت نہیں پہونچے گی۔ مثلاً عدل۔ لطف۔ صدق۔ کا شمار صفات اضافیہ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ صفات اضافیہ لوازم ذات میں سے نہیں ہوتیں جو اُنھیں واجب بالذات کہا جا سکے۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اون امور مستحسنہ میں داخل ہیں جو شایان شان خداوندی ہیں۔ لہذا اونھیں واجب بالغیر اور اونکی اضداد کو قبیح ہونے کی وجہ سے محال بالغیر کہا جائیگا۔ محال بالغیر کا مقدور اور ممتنع الصدور ہونا جواب مقدمہ اور تنزیہہ اول میں صاف طور سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور واجب بالغیر کا ممکن ہونا جو مقدوریت کو مستلزم ہے علاوہ عقلی ہونے کے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ارشاد ذیل سے واضح ہوگا۔

اُس وجوب کہ از زوال طرف عدم در ممکن پیدا شدہ است وجوب بالغیر است کہ قسمے از ممکن است۔ نہ وجوب بالذات تا قلب حقیقت لازم آید"۔ (دیکھو مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم صفحہ ۱۴۲)

(۳) علمائے مذہب سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمودہ کے خلاف پر بھی ویسا ہی قادر ہے جیسا کہ اوسکے موافق کرنے پر۔ مگر چونکہ خلاف مذکور اوسکی شان عالی کے شایاں نہیں ہے اسلیئے اُوسکا ارادہ ہرگز نہیں کریگا اور نہ اُوسکے فرمودہ کا خلاف کبھی واقع ہوگا۔ اس عدم وقوع کے تیقن میں اگر کوئی شخص خیالی احتمالات سے بفحوائے یوسوس فی صدورھم خدشہ ڈالے تو اوسکو وہی جواب دیا جائیگا جو ہمارے علمائے سلف معتزلیوں کو دیچکے ہیں۔ چنانچہ شرح مواقف میں ہے۔

(۱) الرابع لو لم یقبح منہ الکذب واظہار المعجزۃ علی ید الکاذب لم تثبت النبوۃ۔ قلنا ربما یمکن الشی ویقطع بعدم وقوعہ۔ کسائر العادیات۔ (یعنی معتزلیوں کا اعتراض تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اگر کذب اور جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ دینا قبیح نہیں سمجھا جائیگا تو نبوت ثابت نہیں ہوسکیگی ہم کہتے ہیں کہ بسا اوقات ایک شے ممکن ہوتی ہے مگر پھر بھی اوسکے عدم وقوع پر یقین رکھا جاتا ہے۔ مثل تمام عادیات کے۔

(۲) والجواب ان الامکان العقلی لا ینافی الجزم بعدم الوقوع اصلا۔ کسائر العادیات۔ (یعنی معتزلیوں کے اعتراض مذکور کا جواب یہ بھی ہے کہ امکان عقلی عدم وقوع پر یقین ہونے کا منافی نہیں ہے۔ مثل تمام عادیات کے۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً شرح مختصر الاصول میں ہے۔ ولا یلزم الکذب اذ لو وقع خلاف الخبر یلزم الکذب ولا نقول بوقوعہ بل بامکانہ۔ وھو لا یستلزم الوقوع۔ یعنی کذب لازم نہیں آسکتا۔ اسلیئے کہ خلاف خبر اگر واقع ہو تو کذب لازم آسکتا ہے مگر ہم اوسکے وقوع کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ صرف امکان کے قائل ہیں اور محض امکان مستلزم وقوع نہیں ہے

شرح عقائد میں ہے القسم الثانی لتھذیب الکلام ان الامکان الذاتی بمعنی التجویز العقلی لا ینافی حصول العلم القطعی الذی حصل لنا بدلیل السمع۔ یعنی امکان ذاتی جو تجویز عقلی کے معنی میں ہو اوس علم قطعی کے حاصل ہونے کی منافی نہیں ہے جو ہمکو دلیل سمعی سے حاصل ہو۔

جب یہ اصول ممہدہ معلوم ہو چکے تو اونکے ذریعہ سے مخالفین کے شبہات کا ازالہ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جناب مجتہد صاحب کی دلیلیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) دلیل اول کتب کلام وتفسیر واصول میں کذب کو عیب لکھا ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال ہے۔ اور یہ ایسا اصول ہے کہ عقلائے غیر اہل ملت نے بھی اسکو مانا ہے اور شرع شریف میں بھی اوسپر اجماع ہے۔ لہذا خلاف فرمودہ باری تعالیٰ کو تحت قدرت کہنا غلط ہے۔ اسلیئے کہ وہ کذب ہے۔

جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ جل شانہ سے خلاف مذکور کا واقع وصادر ہونا عیب ہی مگر اوسپر قدرت ہونا ہرگز عیب نہیں۔ اسلیئے کہ اوسکا شمار افعال قبیحہ میں ہے اور افعال مذکور بہ نسبت قدرت قدیمہ خداوندی محال بالذات نہیں ہوتے بلکہ اونھیں محال بالغیر سمجھا جاتا ہے جیسا کہ بجواب مقدمہ وتنزیہہ اول اونھیں کتابوں سے جنکے نام جناب مجتہد صاحب نے کسی سے سن سنا کر اور کسی منکر قدرت کی کتاب میں سے اونکی ناتمام اور محرف عبارتیں نقل فرمادی تھیں۔ ہم اچھی طرح ثابت کر چکے ہیں۔ اسی پر شرع شریف میں بھی اجماع ہے۔

رہا عقلائے غیر اہل ملت کا طرز عمل اسکا اقتدا منکرین قدرت ہی کو مبارک رہے ہم تو ایسے لوگوں کو جو اہل ملت نہوں عقلمند ہی کب سمجھتے ہیں۔ جو ان کی ہفوات بیہودہ کیطرف توجہہ کرنے میں ناحق اور فضول اپنا قیمتی وقت ضائع کریں۔

(۲) دوسری دلیل۔ اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں جو اوٹھائے نہ اوٹھیں۔ کفار کو اعتراض کا موقع ملیگا۔ دلائل قرآن عظیم ہاتھ سے جاتی رہیں۔ حشر ونشر۔ حساب کتاب پر یقین کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نرہے۔ اسلیئے کہ ان امور پر ایمان صرف جناب باری عز اسمہ کے خبر دینے کیوجہ سے ہے اور کذب الٰہی ممکن ہونے کی صورتمیں ہر چیز کی نسبت احتمال ہوگا کہ شاید ٹھیک نہو۔

اسکا جواب یہ ہے کہ کذب الٰہی کو من کل الوجوہ ممکن تو کوئی بھی نہیں کہتا۔ یہ تو عوام کو اپنا جانبدار بنانے کے واسطے منکرین قدرت کہا کرتے ہیں۔ علمائے اہل سنت تو خلاف فرمودہ باری تعالیٰ کو تحت قدرت اور محال بالغیر کہتے ہیں۔ جو عدم وقوع میں محال لذاتہ سے کم نہیں ہوتا۔ اور اسلیئے وقوع وصدور خلاف بلکہ اسکے احتمال کی بھی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اور جب وقوع وصدور محتمل بھی نہوا تو وہ خرابیاں جو ہمارے مخدوم

وبکرم حضرت مجتہد صاحب قبلہ بیان فرما رہے ہیں کیسے لازم آسکتی ہیں۔ ہاں اُن لوگوں کے مقابلہ میں جو وقوع خلف وعید کے معتقد ہیں۔ یہ دلیل ضرور پیش ہو سکتی ہے اور محققین علمائے مذہب سنت والجماعت نے جیسا کہ ہم تنزیہ اول میں مشرح بیان کر چکے ہیں انھیں کے رد میں یہ دلیل پیش کی ہے مگر یہاں وقوع خلف وعید کا بھی کوئی قائل نہیں ہے۔

اگر بقول مجتہد صاحب خلاف پر صرف قدرت ہونے سے ہی بدون وقوع وصدور کے یہ سب خرابیاں لازم آسکتی ہیں تو براہ عنایت اپنے ہی پیش کئے ہوئے حوالوں (نمبری ۱۹ و ۲۰) کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ جنمیں لکھا ہے کہ کذب صرف خدا پر محال ہے۔ نہ اُسکے غیر پر۔ اور محال آپکے نزدیک وہی ہے جسپر قدرت نہو تو اب اُسکا حاصل یہ ہوا کہ خداوند تعالیٰ جل وعلی کے سوا تمام مخلوق جنمیں انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مقربین اور صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین۔ و راویان احادیث و اخبار بالیقین شامل ہیں۔ لامحالہ سبکے سب اپنے قول کے خلاف پر قادر ہیں۔ اب یہاں اپنی دلیل کو جاری کیجیے۔

سب سے پہلے احادیث رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خیال فرمایئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آپ تک کتنے واسطے ایسے لوگوں کے پڑتے ہیں جو اپنے قول کے خلاف پر قدرت رکھتے تھے۔ کیا صرف اوس قدرت کی وجہ سے عیاذاً باللہ وہ سب خرابیاں لازم آسکتی ہیں جو آپ بیان فرما گئے ہیں اگر کہیئے کہ نہیں جب تو کلام الٰہی پر صرف قدرت کی وجہ سے یہ خرابیاں کیوں لازم آئینگی۔ اسکی وجہ بتایئے۔ اور اگر ہاں کہیے تو پھر اون خرابیوں کے لحاظ سے جملہ احادیث اور اون مسائل عبادات و معاملات اور اعتقادات کو جو صرف احادیث سے ثابت ہوتے ہیں خیرباد کہکر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مقلد بنجایئے۔ ایسا کرنیسے آپکے سر سے دینیات کا بوجھ نصف سے بھی زیادہ ہلکا ہو جائیگا۔ اور صرف قرآن شریف باقی رہیگا۔ مگر نہیں آپ تو مجتہد اور مجدد ہونے کے دعویدار ہیں۔ آپ بیچارہ مولوی عبداللہ صاحب کے مقلد کیوں ہونے لگے تھے۔ بلکہ آپ تو اُونسے بھی زیادہ ترقی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لاریب یہ تو ہمات بیجا قرآن شریف سے بھی بہت جلد آپ کو سبکدوش کر دینگے۔ وجہہ ظاہر ہے۔ آپ خود سمجھ گئے ہونگے۔ اسلیئے کہ حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام وحی لاتے تھے۔ اور حضور مفخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتحیات اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اُسکے کلام الٰہی ہونے کی خبر دیتے تھے۔ اور صحابہ کے ذریعہ سے صدہا واسطوں کے بعد کہیں اُڑتی ہوئی آپکو خبر پہونچیگی کہ یہ قرآن شریف کلام الٰہی ہے۔ اب حضرت جبریل علیہ السلام سے اپنے تک غور فرمایئے کہ انمیں سے کون ایسا ہے جو اپنے قول کے خلاف پر قادر نہو۔ پھر صرف قدرت خداوندی عزشانہ وعم نوالہٗ سلب کرنے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

غرضکہ اس وسوسہ کی بدولت ایک دن آپکو کلام الٰہی کے کلام الٰہی ہونے سے بھی منکر ہونا پڑیگا۔ یہ ہے کیفیت آپ کی دلیل کی جسنے طرفۃ العین میں ڈائنامیٹ کارتوس کی طرح دین برحق کی زبردست اور مضبوط عمارت کو ملیامیٹ کردیا۔ اور صرف دین ہی نہیں بلکہ دنیا کا بھی جو آپکو دین سے زیادہ عزیز ہے خاتمہ ہوا جاتا ہے۔ اسلیئے کہ کارخانہ دنیا صرف ایک دوسرے کے اعتبار پر چل رہا ہے۔ اگر محض اسوجہ سے کہ ہر شخص اپنے قول کے خلاف پر قادر ہے اعتبار اُٹھا دیا جائے تو پھر بیاہ شادی۔ بچوں کی پرورش۔ لین دین کسی کا نوکر ہونا۔ کسی کو نوکر رکھنا وغیرہ وغیرہ تمام امور معاشرت بند ہو جائیں۔ اور اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ ہو کر تھوڑے دنوں کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔

خداوند تعالیٰ جل وعلی جزائے خیر دے ہمارے علما کو جنھوں نے پہلے ہی اس فتنہ کی روک تھام کے لیئے یہہ قاعدہ بیان فرما دیا ہے کہ کسی فعل قبیح پر قدرت ہونا اور شے ہے اور اُسکا واقع وصادر ہونا اور۔ صرف قدرت ہونے سے اوس فعل کے ساتھ اتصاف لازم نہیں آسکتا۔ بلکہ فعل مذکور کی ساتھ کسی شخص کو اوسی حالت میں متصف کہا جائیگا کہ جب فعل مذکور اوس سے صادر بھی ہو۔ پس جبکہ وقوع وصدور خلاف کا بلکہ اوسکے احتمال کا بھی کوئی قائل نہیں۔ تو اب ان خرابیوں میں سے جو مجتہد صاحب سمجھ رہے ہیں ایک بھی لازم نہیں آسکتی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اخیر میں اسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں پیش کیا گیا ہے اور اُس کو خلاصہ دلیل سے تعبیر فرما کر بایں طور حوالہ قلم کیا ہے۔

جُب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے - رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرعی سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرع سب کلام الٰہی کی طرف منتہی - تو جس کلام الٰہی سے کذب کا استحالہ ثابت کیجیے اُسی سے کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعاً ثابت کریجے - لاجرم دور و تسلسل سے چارہ نہوگا"

جناب مجتہد صاحب کی یہ تقریر اُس چارہ پھوس سے زیادہ وزن نہیں رکھتی جو ایک پھونک میں اُڑ جاتا ہے - اسلیئے کہ اول تو کذب کو مطلقاً ممکن کوئی نہیں کہتا - محال بالغیر کہا جاتا ہے اور استحالہ بالغیر تعلق صفت تکوین سے مانع ہے - لہذا وقوع محال بالغیر کی ہرگز صورت نہیں ہوسکتی - گو تحت قدرت قدیمہ ہوتا ہے اور محال بالغیر بھی قسم محال عقلی کی ہے - اسلیئے کہ مقتضی اس استحالہ کا نقص ہے جسکا قبح عقلی ہے - پس یہ کہنا کہ "جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تم خود نہیں مانتے" غلط ہے - کیونکہ امکان بالذات کے قائل ہونے سے استحالہ عقلی کی ایک قسم خاص (یعنی استحالہ بالغیر) کا انکار لازم نہیں آتا - دوسرے ہم مسلمان ہیں اور دلائل شرعی پر ایمان رکھنے کیلیئے مکلف ہیں اور دلائل شرعی کا صدق چونکہ واجب بالغیر ہے - لہذا اوسکا خلاف لامحالہ محال بالغیر ہوگا - اور ایسا وجوب استحالہ ثابت کرنیکیلیئے ہمکو کسی کلام الٰہی یا دلیل شرعی سے استدلال کرنے کی حاجت نہیں ہے - جو دور و تسلسل کی آڑمیں کوئی شخص اُسنے انکار کرسکے - بلکہ ہم وجوب استحالہ مذکور کو دلائل عقلی سے ثابت کرسکتے ہیں - براہ عنایت توجہ سے سنیئے -

(۱) ہر ایک کلام خبری سے جو صدق و کذب کا محل بن سکتی ہے - مقصود بالذات یہ ہے کہ سننے والوں کو وہ واقعہ جو اونھیں معلوم نہو صحیح طور سے معلوم ہو جائے - اور یہ مقصد اوسی حالت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کلام مذکور مطابق واقع کے ہو - پس کلام الٰہی جسکا نزول اس غرض سے ہوا ہے کہ اوسکے ذریعہ سے مخلوق کو احوال آخرت اور منشار خداوندی کی اطلاع ملے - اور مخلوق اُوسپر عمل کرکے مستحق درجات عالیہ بنے - اسلیئے ضرور ہے کہ وہ کلام پاک صادق اور اوسکا خلاف محال ہو - مگر یہ وجوب صدق اور استحالہ خلاف ایسے نہیں ہیں کہ قدرت قدیمہ سے بھی خارج سمجھے جاسکیں - اسلیئے کہ اپنے بندوں کو اپنی مرضیات اور احوال آخرت سے مطلع کرکے مستحق درجات عالیہ بنانا اس تعالیٰ شانہ پر واجب نہیں ہے

بلکہ یہ اوسکا فضل و احسان ہی۔ اور جب واجب نہیں تو اُسکا خلاف قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں ہو سکتا

(۲) یہ کہ وہ اصدق القائلین اپنا کلام پاک ہدایت مخلوق کے لیئے نازل فرماتا ہے اگر اوسکا کلام پاک معاذ اللہ خلاف واقع ہو یا وہ کسی وقت کچھ کہے اور کسی وقت اُسکے خلاف خبر دے یا اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف ظہور میں لائے تو ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلنے کا احتمال قوی ہوگا جیسا کہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص جھوٹ بولتا ہے لوگ اوسکا اعتبار نہیں کرتے اور بسا اوقات اُسکے قول کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں مقصود نزول کلام الٰہی پورا نہیں ہو سکتا۔ لہذا لامحالہ اوس کلام پاک کا صادق ہونا ضروریات سے ہے اور جب صادق ہونا ضروری ہے تو اُسکا خلاف بالضرور محال ہوگا۔ مگر اس صورت میں بھی خلاف مذکور تحت قدرت ہی رہیگا۔ اسلیئے کہ تحت قدرت وہ فعل ہوتا ہے جس کا وقوع فرض کرنے سے کوئی محال ذاتی (یعنی تغیر ذات الٰہیہ و سلب صفات حقیقیہ لازم نہ آئے اور (عیاذاً باللہ) اگر خلاف مذکور کا وقوع بھی فرض کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئیگا کہ تمام مخلوق گمراہ ہو جائے۔ اِس سے ذات الٰہی اور اوس تعالیٰ شانہ کی صفات حقیقیہ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ جیسا کہ ہمارے ہادی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اگر تمام مخلوق قلب اشقی اجل پر ہو جائے تو جناب باری عزاسمہ کی مملکت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہو سکتا۔

(۳) اپنے کلام میں صدق اختیار کرنا یعنی مطابق واقع کے خبر دینا امور مستحسنہ سے ہے جنکی وجہ سے قائل کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور وہ کل امور جو قابل حمد ہوں اونکا جناب باری عزاسمہ کی طرف منسوب کرنا اور اونکے خلاف سے اوس عز شانہ کو منزہ سمجھنا ضروری ہے لہذا اوسکا خلاف محال ہوا۔ مگر ایسا محال محال عادی کہلاتا ہے جو قدرت خداوندی سے خارج نہیں ہوتا۔

اسی قسم کی اور بھی صدہا دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ایسی حالت میں جناب مجتہد صاحب کا یہ خیال کہ بدون عقیدہ سلب قدرت جناب باری کے کلام پاک پر اعتبار ہو ہی نہیں سکتا محض لغو اور باطل ہے اُنھیں اِس بیہودہ وسواس سے جو مستلزم گستاخی شان خداوندی

ہے توبہ کرنی چاہیئے۔

(۳) دلیل سوم۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اُس سے اکمل ہو جائینگے جبکہ ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

یہ دلیل بھی قائلین وقوع خلف وعید کے مقابلہ میں چل سکتی ہے ہم تو وقوع کو مانتے ہی نہیں بلکہ محال سمجھتے ہیں۔ معہذا جب مخلوق کے ہر ایک کام کا بھی اللہ تعالیٰ ہی خالق ہی تو اوس صدق کی وجہ سے جو خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے ایک عاجز بندہ خدا سے کیسے اکمل ہو سکتا ہے یہ منطق تو شاید بریلی میں رکھنے کے قابل حضرات ہی کو پسند آسکتی ہے۔ اہل عقل تو ایسی باتوں کو سننا بھی پسند نہیں کرتے۔

اِسکے علاوہ یہ دلیل جناب مجتہد صاحب نے شرح مواقف اور شرح مقاصد کی عبارات سے اخذ کی ہے اور ہم اون دونوں کتابوں سے خلف وکذب کا تحت قدرت باری تعالیٰ اور محال بالغیر ہونا تنزیہہ اول کے جواب میں ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا جس موقع سے مجتہد صاحب نے عبارت مستدلہ خود نقل کی ہے ہر دو شارحان علیہما الرحمہ نے وہاں صرف وقوع خلف کی نفی کی ہے۔ نہ کہ قدرت کی بھی۔ کہ یہ انکار قدرت ہرگز اہل سنت کا مذہب ہی نہیں ہے۔ جیساکہ خود اونھیں حضرات نے اوسکو معتزلہ اور خوارج کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات اپنے ہی قول کو رد کرتے۔ اور کہیں کچھ اور کہیں دوسری طرح فرماتے۔

غرضکہ یہ دلیل یا تو فرقہ مزداریہ کے مقابلہ میں چل سکتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اُن لوگوں پر اسکا اثر ہو سکتا ہے جو خلف وعید کے وقوع کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ علمائے اہل سنت جو صرف قدرت کے قائل ہیں اور ساتھ ہی ممتنع لغیرہ بھی کہتے ہیں اُن کے مقابلہ میں یہ واہی تباہی باتیں کب چل سکتی ہیں۔

(۴) دلیل چہارم۔ جب اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال بلکہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔

یہ دلیل تفسیر کبیر کی اوس عبارت سے ماخوذ ہے جو تنزیہہ اول میں جناب مجتہد صاحب نے نمبر (۱۶) پر نقل فرمائی تھی۔ اور ہم اوسی موقع پر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت امام فخر الدین رازی

علیہ الرحمہ صاحب تفسیر کبیر خلاف فرمودہ باری تعالیٰ کو تحت قدرت اور ممتنع لغیرہ سمجھتے ہیں۔ لہذا جو لفظ محال اونھوں نے استعمال فرمایا ہے اوس سے محال بالغیر ہی مراد ہے۔

اگر ہم جناب مجتہد صاحب کے ارشاد کے موافق محض اسوجہ سے کہ صدق ازلی ہے۔ صدق اور خلاف صدق کو خارج از قدرت الہیہ مانیں تو لازم آئیگا کہ عدل اور لطف بلکہ ہر فعل کو بھی یہی رتبہ دیا جائے۔ اسلیئے کہ جسطرح صدق کی وجہہ سے جناب باری عز اسمہ صادق کہلاتا ہے عدل و لطف اور فعل کے سبب سے عادل و لطیف و فعال بھی بولا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جناب باری عز اسمہ معاذ اللہ عاجز محض ہو جائیگا کہ نہ وہ کسی قول پر قادر ہے نہ کسی فعل پر۔ اور یہ صاف طور سے فرقہ اسمعیلیہ کا مذہب ہے جو مذہب امامیہ کی ایک شاخ ہے اور جسکو حضرت مولنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے تحفہ میں زیر عنوان عقیدہ ہفتم رد کیا ہے۔ افسوس کہ جناب مجتہد صاحب تحفہ اثنا عشریہ کی ضد میں در پردہ سنیوں کو وہ عقیدہ سکھانا چاہتے ہیں جو مذہب امامیہ میں بھی ایک کم علم گروہ کا ہے۔

بہر حال تفسیر کبیر کی عبارت میں لفظ محال دیکھہ کر یہ سمجھ لینا کہ اس سے محال بالذات اور خارج از قدرت الہیہ مراد ہے۔ سخت غلطی ہے۔

(۵) دلیل پنجم۔ تمنے باری عز و جل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا۔ اوسکا کاذب و متصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں۔ اگر کہیے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب و متصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کاذب کرے۔ اُسے ممکن مانکر اُسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہیئے ہاں تو اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ یہ اتصاف لم یزل میں ہے یا ازل میں بھی۔ شق اول باطل ہے کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم۔ اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اُسکا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا۔ کہ ہر ازلی واجب الابدیت اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم۔ کہ کذب و صدق کا اجتماع محال۔ جب اُسکا زوال محال ہوگا تو اُسکا ثبوت ممتنع ہوگا۔ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم۔ تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہوا۔ اور استحالہ اوسی شے کا ممکن ہوگا۔ جو فی الواقع محال ہو بھی۔ کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں۔ ورنہ انقلاب لازم آئے۔ اور وہ قطعاً باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانو تو اوسکا صدق محال ہوگا۔ لیکن وہ بالبداہت محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل۔ اور استحالہ کذب قطعاً حاصل۔ (نتیجہ)

جواب اس لمبی چوڑی اور بے معنی تقریر کا یہ ہے کہ نہ ہم جناب باری عزاسمہ کا تکلم بکلام کاذب ممکن مانتے ہیں نہ اوسکے کاذب و متصف بالکذب ہونے کو ممکن جانتے ہیں۔ یہ سب آپکی مغالطہ دہی ہے۔ بحث صرف قدرت کی ہے اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جسطرح دوسرے افعال قبیح جناب باری عزاسمہ کی قدرت قدیمہ کے تحت میں داخل ہیں کذب اور خلف بھی اُسکے تحت میں ہیں۔ مگر باوجود قدرت کے جسطرح دیگر افعال قبیح کا وہ سبحنہ تعالیٰ ارادہ نہیں فرماتا۔ نہ وہ افعال اوسکی صفت تکوین سے متعلق ہوتے ہیں اسی طرح خلف وکذب کا بھی وہ ارادہ نہیں کرتا۔ اس عدم ارادہ اور عدم تکوّن کو امتناع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں جو عدم وقوع میں ممتنع لذاتہ سے کسی طرح کم نہیں۔ اسلیئے کہ قدرت و ارادہ و تکوین خداوند تعالیٰ کی علیحدہ علیحدہ صفات حقیقیہ ہیں۔ قدرت اشیاء ممکنہ کے کرنے نہ کرنے کی ساتھ مساوی طور سے متعلق ہوتی ہے کوئی خاص جانب متعین نہیں ہوتی۔ ارادہ سے ایک جانب خاص کا تعین اور تکوین سے جانب متعین کا وقوع ہوتا ہے۔ جیساکہ ہم اصل اول میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ پس جب یہ صورت ہے تو تکلم بکلام کاذب اور اتصاف بالکذب کی جو بدون وقوع کے ناممکن ہیں۔ کیسے گنجائش ہوسکتی ہے۔ لہذا نہ وہ ازل میں ہے نہ لم یزل میں مگر جیساکہ ہم دلیل چہارم کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ افعال صدق و عدل و لطف وغیرہ باوجود داخل صفات ہونے کے علمائے مذہب سنت والجماعت کے نزدیک واجب بالذات نہیں مانے جاتے۔ نہ اونکو صفات حقیقیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جناب مجتہد صاحب جس معنی سے وجوب صدق کے قائل ہیں اوس سے عدل و لطف کا واجب بالذات ہونا بھی لازم آتا ہی اور اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ درپردہ عدل و لطف کے وجوب کا عقیدہ ناواقف سنیوں میں رائج کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی کید ہے جسکو صاحب تحفہ نے زیر عنوان کید اول رد کیا ہے۔ خدا مسلمانوں کو جناب موصوف کے شر سے بچائے۔ آمین۔

(۶) دلیل ششم۔ کلام الٰہی ازل میں با یجاب کلی حق تھا۔ یا معاذ اللہ اُسکا بعض باطل۔ یا نہ حق نہ باطل۔ شق ثانی تو کفر صریح ہے اور ثالث میں مطابقت و لامطابقت دونوں کا ارتفاع۔ اور وہ قطعًا محال۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کذب ممکن علیٰ فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی۔ اول محض بے معنی کہ صدق وکذب وصف معانی ہے

نصفت عبارت - برتقدیر ثانی یہہ کلام نفسی وہی کلام قدیم ہے یا علی تقدیر التجزی اوسکا بعض ہوگا - جو ازل میں ایجابا کا گیا صادق تھا یا اوسکا غیر شق ثانی پر قیام حوادث لازم - اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام بشر میں بھی محال - سچی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی - نہ جھوٹی کبھی سچی - ورنہ مطابقت ولا مطابقت میں تصادق لازم آئے - اور نقیضین باہم نقیضین نرہیں - بالجملہ کلام صادق کے لیئے ثبوت صدق ضروری توسلب ضرورت ضرورتاً مسلوب - وہو المطلوب -

اس دلیل میں جناب مجتہد صاحب صفت کلام سے جو جناب باری عز اسمہ کی صفات حقیقیہ میں سے ہے بحث کرتے ہیں - اوسکے حق ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے - معہذا وہ بسیط ہے جسکے اجزا نہیں ہوسکتے - مگر مراد اُس سے کلام نفسی ہے - اور اس مسئلہ میں گفتگو کلام لفظی پر ہے جو مخلوق اور تحت قدرت ہے - ملاحظہ ہوں ارشادات علما -

(۱) مواقف میں ہے - وقالت المعتزلۃ کلامہ تعالی اصوات وحروف یخلقھا اللہ تعالی فی غیرہ کاللوح المحفوظ او جبریل او النبی صلی اللہ علیہ وسلم - وہو حادث - وھذا الذی قالتہ المعتزلۃ لا ننکرہ نحن - بل نقول بہ ونسمیہ کلاماً لفظیا - ونعترف بحدوثہ وعدم قیامہ بذاتہ تعالی - (یعنی معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی کلام آوازیں اور حروف ہیں جنھیں اللہ تعالے اپنے غیر (مثل لوح محفوظ یا جبریل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں پیدا کرتا ہے اور وہ حادث ہے - اور اس امر سے جو معتزلہ کہتے ہیں ہم انکار نہیں کرتے - بلکہ ہم بھی ویسا ہی کہتے ہیں اور اُس کو کلام لفظی سے موسوم کرتے ہیں اور اوسکے حدوث و عدم قیام بذات باری تعالی کے مُقر ہیں -)

(۲) اوسی میں ہے - فاعلم ان ما یقولہ المعتزلۃ فی کلام اللہ تعالی وہو خلق الاصوات والحروف الدالۃ علی المعنی المقصودۃ - وکونہا حادثۃ قائمۃ بغیر ذاتہ تعالی - فنحن نقول بہ ولا نزاع بیننا وبینہم فی ذلک - وما نقول نحن ونثبتہ من الکلام النفسی المغائر - (یعنی معتزلہ جو کلام الٰہی کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ پیدا کرنا آوازوں اور حروف کا ہے جو معنی مقصودہ پر..... دال ہوں - چنانچہ اوسکا حادث اور قائم بغیر ذات باری تعالی ہونا ہم بھی کہتے ہیں اور اس بارہ میں ہمارے اور اونکے درمیان نزاع نہیں ہے لیکن جو ہم کہتے ہیں - اور جسکو ہم ثابت کرتے

ہیں۔ وہ کلام نفسی ہے جو اُسکے علاوہ ہے۔

(۳) تفسیر کبیر میں ہے۔ قول ابی منصور الماتریدی وائمۃ ماوراء النہر وھو ان الکلام القدیم القائم بذات اللہ تعالیٰ غیر مسموع۔ انما المسموع ھو الصوت والحروف وذالک کان مخلوقاً فی الشجرۃ ومسموعاً منھا۔ (یعنی امام ابو منصور ماتریدی اور ائمہ ماوراء النہر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول ہے کہ کلام قدیم جو قائم بذات باری تعالیٰ ہے غیر مسموع ہے اور جو مسموع ہے وہ صوت وحروف ہیں جو درخت میں پیدا کیے گئے۔ اور اس سے سنے گئے تھے

پس جبکہ کلام لفظی کا مخلوق اور تحت قدرت باری تعالیٰ ہونا باتفاق علمائے اشاعرہ وماتریدیہ ثابت ہے اور کلام نفسی ازلی جو صفت قدیم ہے اوسکے علاوہ ہے تو مجتہد صاحب کا کلام ازلی سے گفتگو شروع کرنا بجز مغالطہ دہی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ جسقدر کلام لفظی ابتک پیدا کیگئی ہے وہ سب متصف بصفت صدق ہے اور آئندہ بھی ہرگز اُسکے خلاف نہو گا۔ اسلیئے کہ کلام نفسی مافی الضمیر کو کہتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کے خلاف کوئی عبارت تالیف کرکے مخاطبین کو سنانے کی صورت میں کسی شخص کی کلام کو متصف بصفت کذب کہا جاتا ہے اور اس کلام کی وجہ سے قائل کو کذب کا جو ایک فعل قبیح ہے۔ مرتکب کہتے ہیں مگر افعال قبیح کا مرتکب ہونا اُس تعالیٰ شانہ کی شانِ عالی کے خلاف ہے۔ لہذا وہ قادر مطلق دوسرے افعال قبیح کی طرح کذب کا بھی ارادہ نہیں کرتا اور اسلیئے اُسکے تحت تکوین ہو کر وقوع میں آنے کی ہرگز نوبت نہیں پہونچ سکتی۔ گو قدرت قدیمہ جسکا احاطہ بہ نسبت صفات ارادہ وتکوین کے زیادہ وسیع ہے اوسپر ویسے ہی مشتمل رہتی ہے۔ جیسے دیگر ممکنات ذاتیہ پر۔ یہی باعث ہے کہ علمائے مذہب سنت والجماعت نے کذب کو تحت قدرت اور محال بالغیر مانا ہے۔

ایسی صورت میں جناب مجتہد صاحب بالقابہ کا یہ سوال کہ "کذب ممکن علی فرض الوقوع کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی" اول تو محض لغو ہے اسلیئے کہ وقوع کذب کا کوئی قائل نہیں۔ بلکہ اُسکو محال بالغیرہ کہتے ہیں۔ جو عدم وقوع میں محال لذاتہ سے کم نہیں۔ پھر فرض وقوع کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے۔ دوسرے گفتگو کلام لفظی میں ہے جسکا مخلوق ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے

اور خود مجتہد صاحب اسی رسالہ کے صفحہ ۸۰ سطر ۱۷ میں اقرار کر چکے ہیں کہ مخلوق و صفات مخلوق سب مخلوق - لہذا کلام لفظی کے اوصاف میں تغیر ہونے سے خالق کے ذاتی اوصاف پر اثر نہیں پہونچ سکتا - تیسرے کسی کلام میں فی الواقع کذب کے صادر ہونے سے اوس کلام کو متصف بصفت کذب کہا جا سکتا ہے - صرف وقوع کا امکان فرض کرنے سے یہ قباحت ہرگز لازم نہیں آسکتی - ورنہ ماننا پڑیگا کہ مخلوق میں ابتدا سے انتہا تک سب متصف بصفت کذب ہوں اسلیئے کہ جناب مجتہد صاحب نے زیر جوالجات نمبری (۱۹ و ۲۰) تنزیہہ اول میں تسلیم کیا ہی کہ سوائے خدا کے اور سب کی کلام میں کذب کا امکان موجود ہے حالانکہ اس امکان کی وجہ سے تمام مخلوق کا متصف بصفت کذب ہونا باطل ہے - بلکہ اسوجہہ سے کہ سب مخلوق میں اولیائے کاملین وانبیار مرسلین وملائکہ مقربین علیہم السلام بھی شامل ہیں اون لوگوں کے اصول پر جنھوں نے تقویۃ الایمان شریف کی عبارتوں میں بوجہہ بغض و عناد اس قسم کے احتمالات پیدا کیئے اور کفر کے فتوے دیئے ہیں کہا جا سکتا ہے کہ مجتہد صاحب بہادر ان سب بندگان خاص کو معاذ اللہ جھوٹا سمجھتے ہیں اور ایسی صورت میں اُنھیں کے بھائی بندوں کے نزدیک وہ کیا ہو چکے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں -

پس جبکہ محض امکان وقوع فرض کرنے سے کلام لفظی میں بھی کذب عارض نہیں ہو سکتا تو کلام نفسی تک کھینچ تان کر اوسے کیسے پہونچایا جا سکتا ہے - چوتھے کلام لفظی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں -

(۱) وہ جو مافی الضمیر کے مطابق ہو - ایسی کلام متصف بصفت صدق ہوتی ہے - اور جناب باری عزاسمہ کی کلام لفظی موجود ایسی قسم میں داخل ہے -

(۲) وہ جو مافی الضمیر کے خلاف ہو - اُوسے متصف بصفت کذب کہا جاتا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں جناب باری عزاسمہ ایسی کلام لفظی کے صادر کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں فرماتا - اور اسوجہ سے اوسکو محال بالغیر کہتے ہیں لیکن وہ محال بالذات نہیں ہے جو کسی سے بھی صادر نہ ہو سکے - چنانچہ کلام الٰہی میں ہے - اذ جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ - واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون - (یعنی جب

منافق لوگ تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تیرے رسول خدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ تو اوسکا رسول ہے باایں ہمہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔)

اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے کہ منافقین کا یہ قول کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں ہرگز خلاف واقع نہ تھا صرف اونکے مافی الضمیر کے خلاف ہونے کی وجہ سے باوجود مطابق واقع بات کہنے کے اونھیں جھوٹا کہا گیا۔ پس جبکہ منافقین جو منکرین قدرت کی طرح انسان ہی تھے ایسا کرسکتے تھے تو کلام لفظی کی اس قسم کا ممتنع لذاتہ نہونا ظاہر ہے۔

ان دونوں قسموں میں سے قسم دوم کا امکان وقوع فرض کرنے سے تو کلام نفسی پر کوئی اثر پہونچ ہی نہیں سکتا۔ اسلیئے کہ صورت مفروضہ میں جبکہ کلام لفظی مافی الضمیر یا معانی نفسیہ کی عبارت ہی نہیں ہوگی تو اوسکے امکان کذب کا اثر کلام نفسی پر کیسے پڑسکتا ہے۔ البتہ پہلی صورت کی کلام لفظی کے زوال صدق سے کلام نفسی کا زوال صدق ضرور لازم آئیگا۔ مگر محض امکان وقوع فرض کرنے سے جو مجتہد صاحب کے سوال کا ماحصل ہے۔ اوس صورت میں بھی کلام نفسی میں امکان وقوع کذب ہرگز لازم نہیں آسکتا۔ اسلیئے کہ صورت مذکورہ میں صدق کلام نفسی علت اور کلام لفظی کا صدق معلول ہوگا۔ لہذا زوال معلول سے اگرچہ زوال علت لازم آسکتا ہے۔ مگر امکان زوال معلول سے زوال علت کا امکان ہرگز لازم نہیں آئیگا۔ ورنہ امکان زوال عقل اول سے امکان زوال واجب بھی ماننا پڑیگا۔ اور یہ امر ایسا بدیہی البطلان ہے کہ مجتہد صاحب کے پیشوایان ملت یعنی فلاسفہ یونان بھی اُسکو باطل جانتے ہیں۔

غرضکہ ایسے دور از عقل احتمالات پیش کرنے سے جناب باری عزاسمہ کی کلام نفسی درکنار کلام لفظی میں بھی کذب عائد نہیں ہوسکتا۔ اور جب یہ صورت ہے تو مجتہد صاحب کا یہ اعتراض کہ اول (یعنی امکان کذب کا صرف کلام لفظی کو عارض ہونا) محض بے معنی کہ صدق و کذب وصف معانی ہے نہ صفت عبارت۔ محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اسلیئے کہ امکان و مقدوریت کلام لفظی سے معانی نفسیہ میں کوئی انقلاب لازم نہیں آسکتا۔ اور اوسکے بعد کلام ازلی کی تجزی فرض کرکے جو فضول تقریر ہمارے مکرم مجتہد صاحب قبلہ نے کی ہے ناظرین خود سمجھ

سکتے ہیں کہ کسقدر لچر اور مطالب سے بیگانہ ہے۔
اخیر میں جناب مجتہد صاحب نے ایک عربی عبارت بلا ترجمہ حوالہ قلم فرمائی ہو جو حسب ذیل ہی
وانت تعلم ان صدور الکلام منہ سبحنہ تعالی لیس علی وجہ الاختیار لان القدیم لا یستند الی المختار من حیث ہو مختار۔ والقرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولا فی الاقتدار۔ فلا یستزلک الشیطان ان الاستحالۃ انما جاءت من قبل ان المولی سبحنہ وتعالی لم یصدر عنہ فی الازل الا کلاما صادقا۔ وہو لا یقدر ان یخلق لنفسہ صفتہ حادثۃ فبقی الامکان فی بدء الامر علی ما کان" (انتہی بلفظہ)
جناب مجتہد صاحب کے اجتہادات دور از عقل پر ایمان رکھنے والے جو عربی زبان سے ناواقف اور عقل سے بے بہرہ ہیں کہتے ہونگے کہ شاید کوئی بڑی علم کی بات حضرت نے لکھی ہوگی۔ مگر ہم اسکا ترجمہ لکھکر اُنھیں دکھاتے ہیں کہ اس ہر کی پڑیہ میں کیا کیا بلیات بند ہیں۔
آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی سے صدور کلام اختیاراً نہیں ہوتا اسلیئے کہ قدیم شے کسی مختار کیطرف اس حیثیت سے کہ وہ مختار ہو منسوب نہیں ہو سکتی۔ اور قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہی قدرت کے تحت میں داخل نہیں ہے پس تمھیں شیطان گمراہ نہ کرے کہ استحالہ اس جانب سے آیا ہو کہ ازل میں مولی سبحنہ سے سوائے کلام صادق کے صادر نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالی اپنے لیئے صفت حادث پیدا کرنے پر قادر نہیں ہی۔ لہذا امکان ہی ابتدا امر میں جیسا تھا باقی رہگیا۔
علاوہ عبارت کی بے ربطی کے اس مختصر سی تحریر میں جو جو خرابیاں بھری ہوئی ہیں ناظرین اُنھیں ملاحظہ فرمائیں۔
(۱) جناب مجتہد صاحب نے اپنے اس اجتہاد میں جناب باری تعالی سے اختیاراً کلام کا صادر نہونا لکھ مارا ہے اور یہ صریحاً باطل ہے۔ اسلیئے کہ اوس قادر مطلق کو متکلم مانا جاتا ہے اور متکلم اوسی کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے کلام صادر کرے۔
(۲) جناب باری تعالی کا اصدار قولی پر قادر نہونا جناب مجتہد صاحب نے اس دلیل سے مانا ہی کہ کلام صفت قدیم ہے اوسکا استناد کسی مختار کیطرف نہیں ہو سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ فعل بھی صفت ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالی فعال کہلاتا ہے۔ تو گویا کہ مجتہد صاحب کے مذہب کے موافق کوئی فعل بھی

اوس قادر مطلق سے اختیاراً صادر نہیں ہوتا۔ اس صورت میں وہ تعالیٰ شانہ نہ اصدار قولی پر قادر رہا نہ فعلی پر۔ بلکہ دونوں کا صدور اضطراراً ہوا جو ملحدوں کا عین مذہب ہے۔

(نوٹ) ناظرین ہمیں معاف کریں کہ ہمنے اس موقع پر جناب مجتہد صاحب کے اجتہاد مذکور کو ملاحدہ کی طرف منسوب کیا۔ بلکہ درحقیقت یہ عقیدہ مسلمانوں میں بھی ایک گروہ کا ہے جسکا رد صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے زیر عنوان عقیدہ ہفتم کیا ہے۔ اور فرقہ مذکور کا نام اسمعیلیہ بتایا ہی جو مذہب امامیہ کی ایک شاخ ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ یہ تحفہ اونہیں سے جناب موصوف کو پہونچا ہو۔ اور بوجہہ مخالفت تحفہ اثنا عشریہ اوسپر اعتقاد جمانا مناسب سمجھا ہو۔

(۳) قرآن شریف میں صدہا مقامات پر جناب باری عز اسمہ نے تنزیل قرآن شریف کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور یہ بھی خبر دی ہی کہ اُس تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام سے کلام کی۔ اگر مجتہد صاحب کا یہ ارشاد صحیح ہو کہ وہ اصدار کلام پر قادر ہی نہیں تو معاذ اللہ تعالیٰ (نقل کفر کفر نباشد) اوس اصدق القائلین کا صریحاً جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ اسلیئے کہ بقول جناب مجتہد صاحب اوس عز اسمہ کو کلام کے صادر فرمانے پر قدرت نہیں ہے اور باینہمہ اوسنے کلام صادر کرنے کی خبر دی۔ تو گویا کہ اُوسنے ایسی خبر دی یا ایسے کام کا دعویٰ کیا جو اُس کی قدرت سے باہر ہے اور جو شخص ایک کام کے کرنے پر قدرت نرکھتا ہو۔ اور پھر اوسکا دعویٰ کرے یا کہے کہ اُسنے ایسا کیا ہے تو اُسکے جھوٹا ہونے میں کسکو کلام ہو سکتا ہے۔

(۴) القرآن کلام اللہ غیر مخلوق میں لفظ کلام سے کلام نفسی مراد ہی۔ کلام لفظی جو صادرات باری تعالیٰ سے ہے۔ اوسکیں ہرگز مراد نہیں ہی۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ وقد ذکر المشائخ رحمہم اللہ۔ ان یقال القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولا یقال القرآن غیر مخلوق۔ لئلا یسبق الی الفہم ان المولف من الاصوات والحروف قدیم کما ذهب الیہ جهلة من الحنابلة۔ (یعنی مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق تو کہا جاتا ہے مگر القرآن غیر مخلوق نہیں کہا جاتا۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ آوازوں و حروف سے جو مولف ہے اُسکا قدیم ہونا نہ سمجھ لیا جائے۔ جیسا کہ بعض جاہل حنابلہ نے سمجھ لیا ہے۔

اس حالت میں جملہ مذکورہ کے حوالہ سے جناب مجتہد صاحب قبلہ جو کلام لفظی کو بھی احاطۂ

قدرت سے خارج بیان کرتے ہیں - یہ ہرگز صحیح نہیں ہے - ہاں کلام ازلی جسپر کلام لفظی مدلول دال ہے بے شک غیر مخلوق اور قدیم ہے - مگر وہ بحث سے خارج ہے - گفتگو کلام لفظی میں ہے جو مخلوق ہے - اور اوسکے مخلوق ہونے پر جملہ علمائے اشعریہ و ماتریدیہ کا اتفاق ہے - جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں -

اسی طرح اور بھی بہت سی برائیاں اسمیں مضمر ہیں - مگر چونکہ جناب مجتہد صاحب قبلہ کا میلان طبع مذہب امامیہ کیطرف معلوم ہوتا ہے لہذا اُنکے مقابلہ میں یہ چار باتیں دم چار یار کے نعرہ کا کام دینے کو کافی ہیں -

(۷) دلیل ہفتم - اگر کلام ازلی ابدی - واجب للذات مستحیل التجدد - کذب پر مشتمل ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول - یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہت محال - اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی نہیں - ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا - اور اُسکی کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے - اور وہاں فعلیت و دوام و وجود متلازم -

اس مغالطہ صریحہ کا جواب دلیل ششم کے جواب سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے اسلیئے کہ جب کلام لفظی مخلوق باری ہے تو اوسکے اوصاف (صدق و کذب) بھی مخلوق ہی ہونگے اور اپنی مخلوق یا اوسکے اوصاف میں تصرف کرنے سے خالق کے اوصاف ذاتی پر ہرگز اثر نہیں پہونچ سکتا - لہذا کلام لفظی کے خلاف کی مقدوریت - کلام نفسی میں کوئی نقصان پیدا نہیں کر سکتی - اور جس حالت میں کہ اپنے فرمودہ کے خلاف کا جناب باری عزاسمہ ارادہ ہی نہیں کرتا اور اس لیئے خلاف مذکور کے وقوع کی نوبت ہی نہیں پہونچ سکتی تو صرف قدرت ہونے سے کلام نفسی درکنار - کلام لفظی میں بھی کذب عائد نہیں ہو سکتا - جو کسی کو اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ آئے -

جناب مجتہد صاحب نے اس مغالطہ میں کذب کلام لفظی کے لیئے لفظ ممکن استعمال کیا ہے یہ خلاف واقع ہے - علمائے مذہب سنت والجماعت کذب مذکور کے لیئے لفظ محال بالغیر استعمال فرماتے ہیں جو عدم وقوع میں محال بالذات سے ہرگز کم نہیں ہے - لہذا اگر وہ (مجتہد صاحب) سچے ہیں

تو اعتراض میں لفظ محال بالغیر لکھ کر پھر کوئی نقصان اوسکی وجہ سے کلام لفظی میں ثابت کریں
اسکے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اگر کلام نفسی کذب پر مشتمل ہو تو کلام لفظی کا کذب ہرگز ممکن نہیں " مگر
اول تو یہ صورت بدون وقوع خلاف کے پیش ہی نہیں آسکتی - اور وقوع خلاف کا کوئی قائل نہیں
بلکہ اوسکو محال بالغیر سمجھنے کی وجہ سے وقوع کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا - دوسرے اگر محض مقدوریت
خلاف کی وجہ سے وجود دال بلا مدلول اور کذب دال مع صدق المدلول لازم آسکے تو مقدوریت
خلف وعید میں بھی جسکا اقرار جناب مجتہد صاحب صفحہ ۷۶ پر صاف لفظوں میں کر چکے ہیں
یہی خرابی بالضرور لازم آئیگی - چاہیں خلف مذکور کو عفو و رحم پر قیاس کریں یا انشائیہ جملہ قرار دیں
اسلیئے کہ تبدل قول ہر حالت میں لازم آئیگا - جو تخلف دال و مدلول کا باعث ہو کر آپکے مدعا
میں سنگ راہ ہو گا - اور اگر بقول مجتہد صاحب وقوع خلف وعید کو جناب موصوف کا اعتقاد سمجھا
جائے تو پھر پوچھنا ہی کیا ہے - اوس صورت میں کذب دال و مدلول دونوں کے تحقق میں کوئی
بھی شک نہیں رہیگا - جیسا کہ قائلین وقوع خلف وعید کے رد میں حضرت امام فخر الملۃ والدین امام
رازی تفسیر کبیر میں تحت آیہ وانی ہدایۃ فتجزاہم جھنم ارشاد فرماتے ہیں - واما وجہ الثانی
من الوجہین اختارھما - فی غایت الفساد - لان الوعید من اقسام الخبر - فاذا جوز علی اللہ الکذب
فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ - وھذا خطاءٌ عظیم - بل یقرب ان یکون کفراً " (یعنی دونوں
وجہیں جو اختیار کی ہیں اونمیں سے وجہ دوم نہایت ہی فساد کا پہلو لیئے ہوئے ہے - اسلیئے
کہ وعید اقسام خبر میں سے ہے - لہذا جب وعید میں وقوع کذب مانا گیا تو اللہ تعالی پر کذب کا وقوع
تجویز ہو گیا - اور یہ بڑی خطا بلکہ قریب بکفر ہے ،،

ایسی صورت میں جناب مجتہد صاحب کا حصول کفر میں ترقی مدارج حاصل کرنے کی فکر میں
ہونا ظاہر ہوتا ہے - اور ایک اولوالعزم پٹھان کا صرف ادنی درجہ کے کفر لزومی پر اکتفا کرنا
بھی کم ہمتی کی دلیل

غرضکہ یہ بات بالکل خلاف عقل ہے کہ کلام لفظی میں تو صرف مقدوریت کذب ہی فرض
کیجائے - اور کلام نفسی بدون اسکے کہ کلام لفظی کے کذب کی نوبت آئے - خود بخود کذب پر
مشتمل ہو جائے - ایسی لچر بات تو شاید مجتہد صاحب کے اجتہادات پر ایمان رکھنے والوں میں سے

وہ لوگ بھی جو تھوڑی بہت عقل رکھتے ہیں ہرگز نہیں مانینگے۔ کیا ایسا ہونے سے صدق دال مع کذب المدلول لازم نہ آئیگا۔

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ لفظ مشتمل جو اس عبارت میں درج ہو گیا ہے مجتہد صاحب کی اصطلاح جدید وخانگی میں اوسکے معنی ممکن کے ہوں اور انکا مطلب یہ ہو کہ جبتک کلام نفسی کا زوال صدق ممکن نہو گا کلام لفظی کا زوال صدق ممکن نہو گا۔ ہر چند کہ ہم لفظ ممکن کا استعمال نہیں کرتے بلکہ محال بالغیر کہتے ہیں تاہم اونکے قول کے موافق لفظ ممکن رہنے پر بھی پھر وہی مقولہ اُنکے پیشواؤں کا کہ امکان زوال معلول یا عقل اول سے امکان زوال علت یا واجب لازم نہیں آسکتا۔ اونکے مدعا کے لیئے سنگ راہ ہوگا۔

الغرض کلام لفظی میں علمائے مذہب سنت والجماعت تو خلاف صدق کو محال بالغیر کہتے ہیں۔ اگر حسب مقولہ منکرین قدرت باری تعالیٰ محال بالغیر کی جگہ لفظ امکان بھی فرض کیا جائے۔ تاہم کلام نفسی کا کذب پر مشتمل ہونا درکنار۔ امکان کذب بھی ثابت نہیں ہوسکتا اور اسلیئے جناب مجتہد صاحب قبلہ کا اس نتیجہ پر پہونچنا کہ "کلام لفظی میں امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے" سراسر جھوٹ اور خلاف واقع ہے۔

اسی دلیل ہفتم کو جناب موصوف نے دوسرے لفظوں میں اسطرح بیان فرمایا ہے۔ تمھارے دعوے کا حاصل یہ ہے کہ بعض ما ھو کلام اللہ فھو ممکن الکذب بالضرورۃ۔ اور شک نہیں کہ کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ نتیجہ نکلا بعض ما ھو کلام اللہ کاذب بالضرورۃ۔

اس تقریر دلیل میں علمائے مذہب سنت والجماعت کو مخاطب کرکے جو حاصل اونکے دعوے کا تجویز فرمایا ہے اول تو وہ صریحاً جھوٹ اور افترائے محض ہے اسلیئے کہ اول تو کلام اللہ بمعنی کلام نفسی کا ممکن الکذب ہونا کوئی نہیں کہتا دوسرے کلام لفظی کو مجازاً کلام الٰہی کہا جائے تو اسمیں بھی کذب ممتنع بالغیر مانا جاتا ہے محض ممکن نہیں کہا جاتا۔ تیسرے اگر بالفرض بپاس خاطر جناب مجتہد صاحب لفظ ممکن (بمعنی مقدور) ہی رہنے دیا جائے تو دلیل کا دوسرا جزو یعنی کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ۔ محض غلط ہے۔ اسلیئے کہ صرف قدرت علی الکذب سے اول تو کسی کلام کو ممکن الکذب کہنا ہی غیر ضروری ہے۔ اور اگر اس وجہ سے کہ ہر خبر اپنی ذات کے اعتبار سے محتمل

صدق وکذب ہو سکتی ہی لفظ مذکور استعمال بھی کیا جائے تو بدون وقوع کذب وس کلام کو کسی حالت میں کاذب نہیں کہہ سکتے - ورنہ لازم آئیگا کہ کلام انبیاء علیہم السلام بھی بالضرورۃ کاذب ہو - اسلیئے کہ حوالجات نمبر (۱۹ و ۲۰) مندرجہ تنزیہہ دل میں جناب مجتہد صاحب خود ہی مان چکے ہیں کہ سوائے خدا کے اور سب کا کذب ممکن ہے - اور اس صورت میں احادیث رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کر کے مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا مقلد بننے کے لیئے جناب مجتہد صاحب کو بہت ہی اچھی دلیل ہاتھ آگئی ہے - القصہ یہ کوئی دلیل نہیں ہی - بلکہ ایک مغالطہ صریحہ در وہ بھی محض بھدا اور لچر ہی دلیل مذکور کو الفاظ مسطورہ صدر میں بیان کرنیکے بعد جناب مجتہد صاحب نہایت فخر کیساتھ فرماتے ہیں کہ دلیل ہفتم کی یہ وجہ دوم دلیل مستقل ہونیکے قابل تھی - حالانکہ اوسکا محض لچر اور جھوٹ ہونا ناظرین کو معلوم ہو چکا - تاہم ہمارے نزدیک جناب موصوف کو اس دلیل کا نمبر جدا گانہ قائم کرنا ضروری تھا اسلیئے کہ اگر جناب موصوف اس موقع پر دوسری مغالطہ دہ دلیلوں کی طرح اسے بھی ایک نمبر دیدیتے تو اونھیں آگے چلکر دلیل بست و ہفتم میں اوسے بازیابی نمبر قائم کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی - لیکن آنجناب اگر ایسا کرتے تو یہ شعر اونپر کیسے صادق آتا - ؎

انچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از ہزار رسوائی

(۸) دلیل ہشتم - صدق الٰہی صفت قائمہ بذات کریم ہی ورنہ مخلوق ہوگا - کہ ذات و صفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق علم سے مسبوق - تو لازم کہ غیر متناہی دورہ ازل میں اللہ تعالیٰ سچا نہو - اور جب صدق صفت قائم بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال - تو لاجرم کذب منافی ذات ہوا - اور منافی ذات کا وقوع نافی ذات ہوتا ہے - اوس سے بڑھکر اور کیا استحالہ ہوگا -

یہ استحالہ صرف اونھیں صفات حقیقیہ کے تغیر سے لازم آسکتا ہی جو واجب بالذات ہیں - صفات اضافیہ فعلیہ کی یہ کیفیت نہیں ہے - چنانچہ شرح مواقف میں ہے -

الصفات علی ثلثۃ اقسام - حقیقیۃ محضۃ کالسواد والبیاض والوجود والحیوۃ - وحقیقیہ ذات اضافتہ کالعلم والقدرۃ واضافیۃ محضۃ کالمعیۃ والقبلتہ وفی عدادھا الصفات السلبیۃ وبالنسبۃ الی ذاتہ تعالیٰ لایجوز التغیر فی القسم الاول مطلقاً - ویجوز فی القسم الثالث مطلقاً واما الثانی فانہ لایجوز التغیر فی نفسہ ویجوز فی تعلقہ - (یعنی صفات کی تین قسمیں ہیں - اوّل

حقیقیہ محضہ - جیسے سیاہی - سفیدی - وجود - حیات وغیرہ - دوسری حقیقیہ ذی اضافہ - مثل علم وقدرت وغیرہ کے - تیسرے اضافیہ محضہ جیسے معیت اور قبلیت یہی کیفیت صفات سلبیہ کی ہے اور بہ نسبت ذات باری قسم اول میں مطلقاً تغیر جائز نہیں - اور قسم سوم میں تغیر مطلقاً جائز ہے - لیکن قسم دوم کی ذات میں تو تغیر جائز نہیں - البتہ اُسکے تعلق میں جائز ہے -

اب تمام کتب عقائد وکلام کو دیکھ جایئے - کسی نے بھی صدق کا شمار صفات حقیقیہ محضہ یا حقیقیہ ذی اضافہ میں نہیں کیا - لہذا بجز اسکے کہ اُسے صفات اضافیہ فعلیہ میں جو صفات کی تیسری قسم ہے داخل کیا جائے اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی - اور جب صورت معاملہ یہ ہے تو جناب مجتہد صاحب کا یہ دعوی کہ صدق صفت قائمہ بذات کریم ہے لا محتاج شرح ہے - اونھیں اول یہ بتانا چاہیئے کہ اونکے نزدیک صدق کا شمار صفات کی کس قسم میں ہی - اور اگر وہ قسم اول یا دوم میں سمجھتے ہیں تو اُسکا ثبوت دینا چاہیئے - مگر یہ اونسے ہو نہیں سکتا - لہذا اوسکے تغیر کو منافی ذات کہنا سراسر لغو ہے اور اونکا یہ لکھنا کہ صدق صفات مقتضائے ذات میں سے ہے - یا تو مغالطہ ہے یا اونھیں صفات حقیقیہ اور اضافیہ کا فرق ہی معلوم نہیں - اور دونوں صورتوں میں اونکا علمائے حقانی کے مونھ آنا محض بیکار ہے -

اِسکے علاوہ دلیل سوم میں جناب مجتہد صاحب نے صدق اور عدل کی ایک حالت مانی ہے - اور گو اُنھوں نے فعل عدل کو بھی واجب بالذات قرار دیا ہے مگر علمائے مذہب سنت والجماعت وجوب عدل کے ہرگز ہرگز قائل نہیں ہیں - بلکہ ایسے عقیدہ والے کو مذہب امامیہ کیطرف منسوب کرتے ہیں جیسا تحفہ اثنا عشریہ میں زیر عنوان کید اول موجود ہے - غالباً جناب مجتہد صاحب نے تحفہ کی مخالفت کے سبب سے یہ عقیدہ اختیار کیا ہوگا - یا در اصل اونکا مذہب ہی وہی ہو جسمیں فعل عدل واجب مانا جاتا ہی اور وہ تقیہ کے پردہ میں ناواقف سنیوں کو دھوکا دینا اور دربردہ تحفہ اثنا عشریہ کو رد کرنا چاہتے ہیں -

بہر حال جبکہ فعل عدل بمعنی وضع الشی فی محلہ مذہب سنت والجماعت میں واجب بالذات نہیں مانا جاتا - اور باایں ہمہ غیر متناہی دورہ ازل میں جناب باری عز اسمہ کے عادل نہونے کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا - تو صدق کے واسطے احتمال مذکور کیسے پیش کیا جاسکتا ہے -

(۹) دلیل نہم ۔ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہوگا تو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا ۔
اب مخالف منصف وغور استحالات دیکھے ۔

استحالات کی کیفیت تو ناظرین پھر دیکھینگے اول غور طلب یہ امر ہے کہ جناب مجتہد صاحب ہر قسم کی صفات کو واجب بالذات مانتے ہیں اور اس دلیل میں کذب ممکن کو صفات میں داخل کیئے دیتے ہیں ۔ غالباً یہ حافظہ کی غلطی ہے اور اونکے استحالات یہ ہیں ۔

۱۔ لازم کہ کذب الٰہی موجود ۔ بالفعل ہو ۔ کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ۔ ورنہ تاثیر بالغیر یا تخلف مقتضی ۔ یا تاخر اقتضا یا حدوث مقتضی لازم آئیگا ۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جب کذب داخل صفات ہو ہی نہیں سکتا تو یہ تقریر بھی لغو ہی ۔ معہذا قدرت الٰہیہ تمام ممکنات ذاتی پر جنمیں محالات لغیرہ بھی داخل ہیں ۔ شامل ہی ۔ مگر باایں ہمہ محالات لغیرہ بوجہہ عدم تعلق صفات ارادہ و تکوین ہرگز واقع نہیں ہو سکتے ۔ تو پھر کذب جو محالات لغیرہ سے ہے کیسے موجود بالفعل ہو سکتا ہے ۔

۲۔ ثانیاً واجب کہ کذب واجب ہو ۔ کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں اُسکے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اول تو تمام صفات کا جس سے صفات کی تینوں قسمیں مراد ہیں واجب بالذات ہونا ہی غلط ہے ۔ جیسا کہ شرح مواقف سے نقل ہو چکا ۔ دوسرے مجتہد صاحب نے کذب ممکن مانا تھا ۔ یہاں واجب بنا دیا ۔ جناب کی اختلاف بیانی قابل تماشا ہے ۔

۳۔ ثالثاً ۔ صدق الٰہی محال ٹھیرے کہ وجود صدق امتناع کذب ہے ۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ دعوے میں جناب مجتہد صاحب نے کذب کو ممکن مانا تھا ۔ اوسکے مقابلہ میں صدق کو بھی زیادہ سے زیادہ ممکن کہہ سکتے تھے ۔ محال ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ۔

۴۔ رابعاً کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال ہیں ۔ ہمیں مکرر بتلانا پڑا کہ کذب ایک فعل قبیح ہو اور جناب باری عز اسمہ سے افعال قبیح کا صدور محال بالغیر مانا جاتا ہے ۔ اوسکو صفات کمال میں داخل کرنا جناب مجتہد صاحب کا ہی کمال ہے ۔

۵۔ خامساً ۔ صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم اور اب عدم کذب عدم کمال ۔ اور عدم کمال عین نقصان ۔ مگر جب کذب صفات کمال میں داخل ہی نہیں ہو سکتا ۔ تو

جناب مجتہد صاحب کی دھینگا دھینگی سے صدق صفات نقصان میں کیسے سمجھا جاسکتا ہے

۶ - سادسًا
۷ - سابعًا
۸ - ثامنًا

صدق کلی و کذب جزئی - جب دونوں صفت اور دونوں ممکن تو دونوں تال تو اجتماع نقیضین و اجتماع اجتماع وارتفاع سب حاصل -

۹ - تاسعًا
۱۰ - عاشرًا
۱۱ - حادی عشر

بعینہ اسی طریقہ سے دونوں نقصان تو دونوں جامع کمال و نقصان

۱۲ - ثانی عشر
۱۳ - ثالث عشر
۱۴ - رابع عشر
۱۵ - خامس عشر

جب دونوں صفت تو دونوں مقتضی - تو دونوں منافی تو دونوں جامع اقتضا و تنافی - جب دونوں مقتضی تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین -

ایسی فضول لغویات کی طرف کون توجہ کرسکتا ہے محض گنتی پوری کرنے کے واسطے اس شعر کے مضمون کو ادا کیا ہے - ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی :

بات یہ ہے کہ کذب ممکن کو خلاف عقل و اخل صفات قرار دیکر یہہ تمام ہزلیات و دراز کار لکھی ہیں - اگر سرے سے ممتنع بالغیر کے مفہوم کو سمجھ لیتے تو اسقدر طوالت کی نوبت ہی نہ پہونچتی -

اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ "بر تقدیر امکان کذب وجود باری تعالیٰ (معاذ اللہ) محال ٹھیرتا ہے - مدعی معاند دیکھے کہ اوسکی سلگائی ہوئی آگ نے کہانتک پھونکا" اسکی نسبت اسی قدر عرض کردینا کافی ہوگا کہ مدعی معاند جو شخص ہے دنیا جانتی ہے - اور یہ تمام آگ اوس چھپی ہوئی چنگاری نے لگائی ہے جو تحفہ اثنا عشریہ کی قبولیت عام نے وظیفہ خواران سلطنت اودھ کے دلوں میں پیدا کردی تھی - ورنہ کذب وغیرہ افعال قبیح کے تحت قدرت اور ممتنع بالغیر ماننے میں کوئی بھی خرابی لازم نہیں آسکتی - اگر اسمیں ذرا بھی شائبہ نقصان ہوتا تو وہ علمائے مذہب سنت والجماعت جنکے اقوال تنزیہہ اول کے جواب میں مجتہد صاحب ہی کی مسلمہ کتابوں سے نقل ہوچکے ہیں -

اور آئندہ بھی بیان کئے جائینگے - ہرگز اوسکے قائل نہوتے -

ناظرین مندرجہ بالا پندرہ نمبر جو دلیل نہم کے تحت میں جناب مجتہد صاحب نے حوالہ قلم فرمائے ہیں - جس قسم کے فضول اور بیہودہ ہیں - آپ ملاحظہ فرما چکے - مگر جناب موصوف کی کار گزاری قابل ملاحظہ ہے کہ یا تو وہ جزئیات دلیل نہم کے ضمن میں بیان کی تھیں یا اب اونھیں مستقل دلیلیں قرار دیکر ارشاد ہوتا ہے کہ ۸ پہلی اور ۱۵ یہ اور اسطرح گویا ۲۳ کی تعداد پوری کردی - آپ کی اس کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ دلیل ہفتم میں جو وجہ ثانی کو دلیل مستقل بنانا بھول گئے تھے - اوسکی کسر ایکدم سے ۱۵ نمبر بڑھاکر نکالی گئی ہے - تاکہ ۳۰ کے شمار میں فرق نہ آئے مگر سب جانتے ہیں کہ اسطرح مکھیاں مارنے سے اگر کوئی شخص تیس مار خاں بنے بھی تو اوس سے کیا ہو سکتا ہے

(۲۴) دلیل بست وچہارم - بالفرض اگر کذب کو عیب ومنقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں - ورنہ مولیٰ سبحنہ کے لیئے واجب الثبوت ہوتا - اور عقل سلیم شاہد کہ باری تعالیٰ کے لیئے ایسی شے کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہو -

یہ دلیل اوسوقت پیش ہو سکتی تھی جب کذب کو جناب باری تعالیٰ عز اسمہ کے لیئے واجب الثبوت کہا جاتا - ہم تو محال بالغیر کہتے ہیں - جو صرف تحت قدرت ہوتا ہے مگر تحت ارادہ و تکوین نہیں ہوتا - اگر صرف قدرت کے تحت میں ہونے سے واجب الثبوت ہونا لازم آئے تو جملہ شرور وقبائح مقدور باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے واجب الثبوت ہو جائیں گے اور یہ بداہتہً باطل ہے -

ہاں خوب یاد آیا جناب مجتہد صاحب تو جملہ شرور وقبائح کو خارج از قدرت الٰہیہ ماننے میں غالباً نظام کے مقلد ہیں یا درپردہ ان حضرات سے رشتہ جوڑے ہوئے ہیں جنکا ذکر تحفہ اثنا عشریہ میں زیر عنوان کید دوم کیا گیا ہے لہٰذا شرور وقبائح کا تحت قدرت قدیر تعالیٰ ہونا وہ کیسے مان سکتے ہیں - مگر جبکہ شرور وقبائح پر صرف قدرت ہونا بدون وقوع کے عیب نہیں ہے - اور قدرت نہ ماننے سے عجز باری لازم آتا ہے جو سراسر نقص ہے تو امید ہے کہ یہ فرق معلوم ہونیکے بعد جناب موصوف کو ضرور تنبہ ہوگا - اور وہ بارش سے بھاگ کر پرنالہ

کے نیچے کھڑا ہونا جو عقلمندوں کا کام نہیں ہرگز پسند نہیں کرینگے۔

(۲۵) دلیل بست و پنجم۔ بداہت عقل شاہد کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا۔ کذب مطلق پر بھی قدرت رکھیگا۔ کہ بعض کلام میں قادر اور بعض میں اوس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ اور قولہ تعالیٰ محمد رسول اللہ۔ وغیرہما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرح و توقیف سمع خود حکم کرتی ہے۔ تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہو۔ ورنہ کذب مطلق مقدور نہ ہوگا کہ کلام صادق ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا۔ اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث و مخلوق۔ تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث و مخلوق ماننے کو مستلزم۔ بعد تنبیہ بھی اب اصرار کرو تو اپنے معتزلی گرامی ہونے سے کیوں انکار کرو۔

اس تقریر پریشان میں جناب مجتہد صاحب نے حسب ذیل مضامین افادہ فرمائے ہیں۔

۱۔ قرآن کلام اللہ کا قطعاً حق ہونا۔ یہ بالکل درست ہے۔ خواہ اُس سے کلام ازلی مراد لو یا کلام لفظی۔ اسلیے کہ کلام لفظی موجود اگرچہ مخلوق الٰہی ہے لیکن اُوسکے حق اور مطابق واقع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہے۔

۲۔ کذب مطلق کے مقدور ہونے سے قرآن عظیم کا مقتضائے ذات نہ رہنا۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ لفظ قرآن سے یہاں آپکی مراد کیا ہے۔ آیا کلام قدیم یا کلام لفظی مولف از اصوات و حروف اگر اول مراد ہے تو وہ خارج از بحث ہے۔ گفتگو کلام لفظی کی نسبت ہے جسکا حادث و مخلوق ہونا ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ اوسکو مقتضائے ذات سمجھنا عقلا کا کام نہیں ہے

۳۔ کلام صادق کا کاذب نہو سکنا۔ یہ بھی درست نہیں۔ اسلیے کہ ایک ہی کلام جو ایک حالت میں سچی ہوتی ہے دوسری حالت میں جھوٹی ہوجاتی ہے مثلاً جملہ زید قائم حالت قیام زید میں صادق اور حالت قعود میں کاذب ہوسکتا ہے۔ اور جب کلام لفظی مخلوق ٹھیری تو اوس میں ہرطرح کا اختیار اوس قادر مختار کا ہی اور اپنے اختیار سے اوسمیں تصرف نکرنا اور بات ہے۔

۴۔ قرآن عظیم کے حادث و مخلوق ماننے سے معتزلی گرامی ہونے کی دھمکی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب موصوف کلام لفظی مولف از اصوات و حروف کو قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں ورنہ ہمیں دھمکانے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر ہم دلیل ششم کے جواب میں کلام لفظی کا حادث

ومخلوق ہونا ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات سے ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا
جناب مجتہد صاحب ہمکو نہیں دھمکاتے بلکہ ملک ہندوستان کے تمام علمائے مذہب سنت
والجماعت کی تکفیر سے فارغ ہو کر آپ اور زیادہ عالی ہمتی سے کام لینا چاہتے ہیں اور فی الواقع
ایک اولوالعزم پٹھان کو صرف ہندوستان کے غریب علما کی تکفیر سے سیری بھی کیا خاک ہو سکتی
تھی وہ جبتک کہ دنیا بھر کے علمائے صالحین و اولیائے کاملین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالےٰ
علیہم اجمعین کو کافر بتا کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ نہ کرے کب چین سے بیٹھ سکتا ہے اور ایک
بزرگ کا قول بھی ہے۔

گر گناہے بکنی در شب آدینہ بکن ... تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

بات معقول ہے اسلیئے کہ دوزخ میں بھی گیے اور وہاں جا کر بھی جوتیوں میں بیٹھنا پڑا
تو کیا کمال ہوا۔ نہیں وہاں بھی سب سے ممتاز جگہ پر متمکن ہونے میں لطف ہے۔ غالباً جناب مجتہد
صاحب بہادر اسی خیال سے شب و روز اور زیادہ ترقی کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں خدا اونھیں
ہدایت دے کہ وہ ان نامعقول حرکات سے باز آئیں۔ اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔

بالجملہ جو کلام کہ مقتضائے ذات ہے اوسمیں بحث نہیں اور جسمیں بحث ہی وہ مقتضائے
ذات نہیں ہی۔ لہٰذا مجتہد صاحب ناحق ایسی لغو باتیں لکھ کر اپنی قلعی کھلواتے ہیں۔

(۲۶) دلیل بست و ششم۔ جب بر تقدیر امکان کذب بوجہ بطلان ترجیح بلا مرجح و نیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ ہر فرد
کذب قدرت الٰہی میں ہوا۔ تو ہر فرد صدق بھی مقدور ہوگا۔ ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا۔ تو کذب فی
البعض محال یا واجب۔ حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا۔ ہذا خلفٌ۔ پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا۔
اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے ازل میں مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع۔ اور یہ بداہتہً باطل۔

کلام ازلی کا ذکر اس دلیل میں بھی محض بے موقع ہے۔ اوس سے بحث ہی نہیں ہے۔
رہا کلام لفظی کا صدق وکذب وہ بے شک مقدور ہے۔ مگر اوسکا اثر کلام ازلی پر نہیں
پڑ سکتا۔ جیسا کہ پہلے مشرح بیان ہو چکا ہے۔

(۲۷) دلیل بست و ہفتم۔ کتب حدیث و سیر مطالعہ کیجیے۔ بہت خوش نصیب ذی عقل لبیب صرف جمال جہاں آرائے
حضور پر نور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ہذا وجہ الکذاب دیمو نہ جھوٹ

بولنے کا نہیں) اے شخص یہ وہ کے حبیب کا پیارا سونہ تھا جسپر خوبی وبہار دو عالم نثار ہے صلی اللہ علیہ وسلم - اور پاکی اور قدسی ہے اوسکے وجہ کریم کے لیئے واللہ اگر آج حجاب اُٹھا دیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اوس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کسقدر جھوٹ ہے -

ناظرین جناب مجتہد صاحب تنزیہہ اول میں زیر عبارت تہائے نمبری (۱۹ و ۲۰) تسلیم کر چکے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کا جھوٹ ممکن ہے اور ان سب میں حضور پر نور مفخر موجودات علیہ الصلوات والتحیات کے ہونے سے بھی وہ انکار نہیں کر سکتے - لہذا اونھیں کے قول کے موافق لامحالہ امکان کذب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم میں شک نہیں ہو سکتا - مگر با اینہمہ لیس ھذا اوجہ الکذا بین کہا گیا - پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب باری عز اسمہ سے بریلوی مجتہد صاحب کو کیا عداوت پیدا ہو گئی ہے جو محض اسوجہ سے کہ وہ قادر مطلق اپنے فرمودہ کے خلاف پر بھی قدرت رکھتا ہے - گو اختیارا اوسکو ظہور میں لانے کا ہرگز ارادہ نہیں فرماتا - اس عز شانہ پر طرح طرح کے الزام عائد کرتے ہیں - اس بھلے آدمی سے کوئی پوچھے کہ صرف قدرت ہونے میں بدون ارتکاب کے کون عیب ہے - عیب اگر ہے تو اپنے قول کے خلاف واقع اور صادر کرنے میں ہے - یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود قادر علی الکذب ہونیکے اسوجہ سے کہ اونسے کبھی کذب سرزد نہیں ہوا ہمیشہ سچا ہی سمجھا گیا - اور اس قدرت علی الکذب سے کوئی حرج واقع نہیں ہوا - پھر اوس تعالیٰ شانہ پر کون عیب لگا سکتا ہے -

مجتہد صاحب کی یہ ابلہ فریب تقریریں جاہلوں کے بہکانے کے لیئے تو شاید کارگر ہو سکتی ہوں مگر سمجھدار آدمی اونھیں دیکھتے ہی کہدیگا کہ عدم مقدوریت خلاف فرمودہ باریتعالیٰ کی اون سے تائید نہیں ہو سکتی - غالبًا اس تقریر کا لچر اور بے موقع ہونا خود مجتہد صاحب کو بھی معلوم ہے - اسلیئے کہ انھوں نے اس دلیل بست و ہفتم کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ مخالف اسے دلیل خطابی کہے میں اُسے حجت ایقانی لقب دیتا ہوں - با اینہمہ اگر مجادل باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی اُسکے عوض معدود جانے - بہر حال تیس کا عدد کامل مانے " جسکا مطلب صاف ہے کہ وہ اس دلیل کو واپس لیتے ہیں مگر تیس مار خاں بننے کے لیئے دلیل ہفتم کی وجہ دوم کو پھر گنتی میں شامل کر لیا گیا ہے حالانکہ

اوسکے عوض پندرہ نمبر محض فضول اور لایعنی بکواس سے بڑھا چکے تھے - جس کی کیفیت ہمارے رسالہ کے ناظرین اوراق ماسبق میں اچھی طرح سے ملاحظہ فرما چکے ہیں -

(۲۸) دلیل بست وہشتم - قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا - (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے) اقول وباللہ التوفیق - آیہ کریمہ نص جلی ہے کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے - وجہ دلالت سنئے - خادم تفسیر وحدیث واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق ونفی برتر وہمسر کے لیئے مسوق ہوتی ہیں تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جسکے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہونچتا - اور یہ ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلا قابل تشکیک نہیں - کہ ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقا وفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اوسمیں تفاوت مان سکیں - سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکسان اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے سچ ہی نہ رہا - اصدق وصادق کہاں سے صادق آیگا - یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں - مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیا پر بھی انکشاف تام پائینگے - جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقت للواقع غیر معقول ہے ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی معتبر - جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے - مثلا رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے - یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول ہے اگر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہوجائے - قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کریگا کہ ولی سے ثبوت تک اوسکا عشر عشیر نہ تھا - اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا - مثلا مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اوسکے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جسقدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اوسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی - جب یہ امر ممہد ہولیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے - کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اوسکے مساوی نہیں ہوسکتی - اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دلمیں لائیں - اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہت بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی - جازم - ثابت - غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے - جسمیں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے - کہ اوسکا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں - اسے پیش نظر

رکھ کر باری عزوجل کی طرف چلیئے - امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادیہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اسقدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہونگی - جیسا احتمال کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اوس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک - اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الہی میں بھی باقی - پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات کا اوس سے صدق میں بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا - معاذ اللہ کب درست آیا - خلاف عقیدہ مجیدہ اہل سنت - وقاتیہ اللہ لہم وامت - یعنی امتناع کذب الٰہی کہ اس تقدیر پر کلام مولیٰ جل وعلی میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں - بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات صرف اوسی کی کلام پاک سے خاص محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے - عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجیے - تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت - اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن و درخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا۔ دیکھو یہ منشا تھا علما کے اس ارشاد کا کہ زیر آیہ کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اوس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اوسپر تو کذب محال اور وں پر ممکن -

اس تقریر طویل ولاطائل میں جناب مجتہد صاحب قبلہ نے مثل مشہور کوہ کندن وکاہ برآوردن کے سچ کر دکھانے کی کوشش تو فرمائی مگر افسوس کہ اونسے یہ بھی نہو سکا - اسلیئے کہ جناب موصوف نے اصدقیت کے لیے مطابقت للواقع کو تو نامعقول ہی فرما دیا ہے اور اُسکا انحصار دو صورتوں پر فرمایا تھا -

(۱) قائل کی وقعت کا لحاظ مثلاً نبی کی وقعت بہ نسبت ولی کے زیادہ ہوتی ہے -

(۲) احتمال کذب سے ابعد ہونا - اور اوسکے لیئے مستور وعادل کی مثال پیش کی -

لیکن آگے چلکر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جناب باری عزاسمہ اپنے فرمودہ کے خلاف پر قدرت نہیں رکھتا - اسلیئے کہ احتمال خلاف سے ابعد ہونے کی یہی صورت ہے - گویا کہ جسطرح دوسرے قائلین کے لیئے وقعت کے لحاظ کی بھی ضرورت تھی اوس تعالیٰ شانہ کے لیئے معاذ اللہ اوسکی ضرورت ہی نہیں - غالباً یہی وجہ ہے کہ جناب ممدوح نے خبر تواتر کو کلام الٰہی کے مقابلہ میں رکھکر اپنی عقل کے کانٹے میں تولا ہے - اگر پہلی صورت کے موافق وقعت خداوندی کا لحاظ رتی برابر بھی جناب موصوف کے دل میں ہوتا تو وہ ہرگز جناب باری تعالیٰ شانہ کی جناب میں ایسی

گستاخی کرنے کے مرتکب نہوتے۔ کہاں خبر تواتر جو مخلوق کا کلام ہے۔ اور جسمیں سہو ونسیان غلط فہمی وغیرہ وغیرہ لوازم بشریت کی وجہ سے احتمال خلاف ہو سکتا ہے۔ اور کہاں کلام خالق جوان تمام نقائص سے منزہ ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

یہہ سچ ہے کہ قدرت نہونا بھی احتمال خلاف سے بعید ہونے کی ایک صورت ہے مگر یہ صورت ہرگز اس قابل نہیں کہ اوسکو جناب باری عزاسمہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اسلیئے کہ جس شخص میں قدرت نہیں ہوتی اوسکی وقعت بھی نہیں ہوا کرتی۔ اور جس کی وقعت نہو اوسکی بات کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ پس مجتہد صاحب کے ارشاد کے موافق اوس قادر مطلق کا کلام پاک اوسی صورت میں اصدق ہو سکتا ہے جب معاذ اللہ وقعت جیسی ضروری شان کو اوس سے سلوب مانا جائے۔ جو فی الحقیقت مستلزم بے اعتباری ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ جناب مجتہد صاحب اپنے ایسے ناقص خیال کو مذہب سنت والجماعت کیطرف منسوب کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں صریحاً معتزلیوں کا مذہب نامہذب ہے۔ علمائے مذہب سنت والجماعت تمام افعال قبیح کو جنمیں کذب بھی داخل ہے بالتصریح تحت قدرت اور محال بالغیر لکھتے ہیں۔ جیساکہ تنزیہہ اول کے جواب میں بحوالہ کتب علم عقاید وکلام ناظرین کو بتایا جا چکا ہے۔

غرضکہ جناب مجتہد صاحب نے حضرات مفسرین ومحدثین کے ارشاد سے جو جناب باری عزاسمہ کی کلام کا سب سے زیادہ صادق ہونا حوالہ قلم فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہی اور وسیہر ہمارا ایمان ہے لیکن جو نامعقول وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے وہ محض غلط ہے۔ اسلیئے کہ وقعت خداوندی کو ملحوظ رکھنے سے (جو اصدقیت کی بڑی وجہ ہے) کسی مخلوق کا کلام اوس قادر مطلق کے کلام سے زیادہ صحیح کیا برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور عدم قدرت کا ناپاک خیال جو مجتہد صاحب کے ذہن شریف میں وسوسہ شیطانی کی طرح گزرا ہے اوس سے ثبوت اصدقیت درکنار وقعت خداوندی کو بھی خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ اور یہہ بالکل خلاف عقل ودین ہے جس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

قطع نظر اس خرابی کے جو اوپر مذکور ہوئی جناب مجتہد صاحب کی اس دلیل میں لفظ

اصدق کا یہہ نیا مطلب بنایا گیا ہے کہ اصدق وہ ہے جو خلاف صدق پر قدرت ہی نہ رکھے۔ حالانکہ کسی مفسر نے آجتک یہ نیا ترجمہ نہیں کیا تھا۔ کیوں نہو۔ مجتہد صاحب اپنے کو مجدد بھی کہتے ہیں نا در لفظ مجدد کے اصطلاحی معنی خواہ کچھ ہوں۔ لیکن لغۃً نئی بات بنانے والے کو بھی مجدد کہہ سکتے ہیں۔ اسلیے سب کے خلاف یہ نیا ترجمہ کرکے آپنے باعتبار لغت اپنا مجدد ہونا ثابت کیا ہوگا۔ مگر شرعاً آپکی یہ کارروائی تفسیر بالرائے میں داخل ہے۔ اور اسکے لیے ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے نہ ہمارا یہ کام ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو کم کریں لیکن شارح علیہ السلام نے اوس فعل قبیح سے بچنے کے لیے من فسر القران برائہ فقد کفر کی وعید شدید ارشاد فرمائی ہے۔ امید ہے کہ جناب ممدوح اوس سے پرہیز کرنے کی آئندہ کوشش کرینگے۔

(۲۹) دلیل بست ونہم۔ قال المولی سبحنہ تعالی قل ای شئ اکبر شہادۃ۔ قل اللہ۔ (اے نبی تو کافروں سے پوچھ۔ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے۔ تو خود ہی فرما کہ اللہ۔

اس دلیل میں آیہ شریفہ مندرجہ صدر مع ترجمہ مذکورہ لکھنے کے بعد جناب مجتہد صاحب نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے گویا کہ مدار اعتبار شہادت بھی مثل اصدقیت کے اونکے نزدیک عدم قدرت پر ہے اور خیال مذکور کی شناعت اوپر ظاہر ہو چکی ہے اور سب جانتے ہیں کہ ایک کم رتبہ شخص کی گواہی کسی معزز شخص کے مقابلہ میں ہرگز نہیں مانی جاسکتی۔ پس خداوند تعالی جل وعلی چونکہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قدرت ووقعت والا ہے۔ لہذا لامحالہ اوسی کی گواہی سب سے بڑی ہوگی۔ عدم قدرت جو بے وقعتی کی دلیل ہے۔ اوس سے اعتبار میں کمی واقع ہوگی نہ کہ اور اُلٹا اعتبار بڑھ جائے۔ یہہ جدید منطق شاید بریلی ہی میں اور وہاں بھی اوس احاطہ کے اندر جہاں عقل وحواس کو دخل نہیں پسند کی جاتی ہوگی۔ اہل عقل سے اُسکے ماننے کی توقع رکھنا عقل کے خلاف ہے

(۳۰) دلیل سی ام۔ قال ربنا عز وجل۔ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا۔ لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم۔ (اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں۔ کوئی بدلنے والا نہیں اُس کی باتوں کا۔ اور وہی ہے سننے والا ور جاننے والا۔)

اس آیہ وافی ہدایہ کو لکھکر جناب مجتہد صاحب نے بطور تفسیر بالرائے صدق قائل کے سات درجے قائم کیے ہیں جنمیں درجہ ہفتم یہ ہے۔ کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو۔ بلکہ اوسکی عظمت جلیلہ

وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ومنافی ہو۔ اور اُسکے ساحت عزت کے گرد لوث کا گذر محال عقلی۔ یہہ نہایت درجات صدق ہے۔ جس سے مافوق متصور نہیں ؟؟

اس درجہ میں اگرچہ براہ مغالطہ وہی یہ نہیں لکھا کہ آپکی مراد سلب قدرت سے ہے۔ مگر چونکہ لفظ محال عقلی سے منکرین قدرت باری تعالیٰ عدم قدرت ہی مراد لیا کرتے ہیں۔ اور جناب مجتہد صاحب بھی اوسی عقیدۂ فاسدہ کے معتقد ہیں۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ قادر مطلق عیاذاً باللہ اپنے فرمودہ کے خلاف کرنے سے جبتک غیر قادر و عاجز محض نہ مانا جائیگا اوسکے قول پر اعتبار ہو ہی نہیں سکتا مگر جیسا کہ ہم دلیل بست و ششم کے جواب میں لکھ چکے ہیں سلب قدرت کا مآل سلب وسعت خداوندی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا جو سراسر نقص ہے۔ اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اوسکو جناب باری عز اسمہ کی طرف منسوب کر سکیں۔ تاہم جناب مجتہد صاحب اوسی ضمن میں فرماتے ہیں۔

اُب آیہ کریمہ ارشاد فرما رہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلیٰ درجۂ منتہی پر ہے۔ تو واجب کہ جسطرح اوس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے۔ یونہیں صدور کذب خلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو۔ ورنہ صدق الٰہی غایت نہایت تک نہ پہونچا ہوگا۔ کہ اوسکے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا۔ یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے بھی خلاف ؟؟ (انتہی)

جس سے ظاہر کہ جناب مجتہد صاحب صدق وعدل کی حالت یکساں تو سمجھتے ہیں مگر اوسکے مذہب مخفی میں چونکہ فعل عدل جناب باری عز اسمہ پر واجب بالذات مانا جاتا ہے لہذا صدق کو بھی واجب اور اوسکے خلاف کو محال بالذات قرار دیتے ہیں۔ اور ناواقف سنیوں کو دھوکہ دینے کے لیئے اوس غلط عقیدہ کو علمائے مذہب سنت والجماعت کیطرف منسوب کرتے ہیں جو سراسر تہمت ہے۔

ہم اکابر علمائے مذہب سنت والجماعت کے ارشادات سے کذب وظلم دونوں کا تحت قدرت ہوکر بوجہ عدم ارادہ خداوندی ممتنع الصدور ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ ناظرین تنزیہہ دل کا جواب ملاحظہ فرمائیں وہاں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ کذب وظلم کو تحت قدرت نہ سمجھنے والے کون حضرات ہیں۔

اس موقع پر صرف یہ بتا دینا ضروریات سے ہے کہ ظلم دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایک غیر کی ملک میں تصرف کرنا۔ اُسکا تحقق دوسرا خدا ہوئے بدون نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ سلوب راجعہ الی الذات میں داخل اور محال بالذات ہوا جسمیں صلوحیت مقدوریت ہی نہیں ہے اور اسلیئے وہ خارج از بحث ہے۔ جیسا کہ ہم جواب مقدمہ میں سلوب راجعہ الی الذات کا بوجہ اسکے کہ ذات خداوندی تحت قدرت نہیں

غیر مقدور ہونا بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے معنی لفظ ظلم کے وضع الشئی فی غیر موضعہ (یعنی خلاف حکمت کام کرنا) اور اس قسم میں قابل بہشت بندوں کو دوزخ میں اور قابل دوزخ گنہگاروں کو بہشت میں بھیجنا داخل ہے اور اوسکے تحت قدرت و ممتنع بالغیر ہونے پر جملہ علمائے مذہب سنت و الجماعت کا اجماع ہے۔ بعدہ آیات کلام ربانی جلشانہ مثل وما اللہ یرید ظلما للعباد اور ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا سے بھی ظلم کے دوسرے معنی ہی متبادر ہوتے ہیں۔

ہمارے اس معروضہ کی تصدیق اگرچہ اون ارشادات علماء سے جو نمبر پہلے دل کے جواب میں نقل ہوئے کافی طور سے ہو سکتی ہے تاہم بنظر مزید اطمینان ناظرین چند حوالجات اور عرض کیے جاتے ہیں۔

(۱) شرح عقاید جلالی میں ہے۔ والظلم قد یقال علی التصرف فی ملک الغیر۔ وھذا المعنی محال فی حقہ تعالٰی لان الکل ملکہ۔ فلہ التصرف فیہ کما یشاء۔ وعلی وضع الشئی فی غیر موضعہ واللہ تعالٰی احکم الحاکمین واعلم العالمین۔ واقدر القادرین۔ فکل ما وضعہ فی موضع یکون ذلک احسن المواضع۔ بالنسبۃ الیہ۔ وان خفی وجہ حسنہ علینا۔ (یعنی ظلم کبھی تو ملک غیر میں تصرف کرنیکے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ یہ معنی اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہیں اسلیے کہ ہر شے اوسکی ملک ہے۔ اور اوسکو ہر شے میں ہر طرح تصرف کرنیکا حق حاصل ہے اور کبھی ظلم وضع الشئی فی غیر موضعہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالٰی سب حاکموں سے بڑھکر حاکم اور سب عالموں سے بڑھکر عالم۔ اور تمام قدرت والوں سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہے۔ لہذا جس چیز کو جہاں رکھے وہ اوسکے لیے سب سے اچھی جگہ ہوگی۔ اگرچہ اوسکے اچھا ہونیکی وجہ ہم سے مخفی رہے۔

(۲) اوسی میں ہے ومن تلک القواعد انہ یجب علیہ (العوض علی الالام) واستدلوا علیہ بان ترکہ قبیح لانہ ظلم والظلم قبیح۔ فیکون واجبا۔ وقد ابطلہ الاشعری بان القبح العقلی منتف والقبح الشرعی لا معنی لہ فی حقہ تعالٰی۔ بل لو عذب المطیع ولغم العاصی لم یقبح منہ۔ (یعنی معتزلہ وغیرہ اہل الاہوا والبدع نے اپنے قواعد کے موافق کہا تھا کہ اللہ تعالٰی پر تکلیفوں کا بدلہ دینا بھی واجب ہے۔ اور دلیل یہ بتائی کہ اوسکا ترک قبیح ہے کیونکہ وہ ظلم ہے اور ظلم قبیح ہوتا ہے حضرت امام اشعری علیہ الرحمہ نے اوسکو بایں دلیل باطل کیا کہ قبح عقلی تو منتفی ہے۔ اور قبح شرعی کے جناب باری عز اسمہ کے حق میں کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اگر مطیع کو عذاب دے اور گناہگار پر انعام کرے اوس سے قبیح نہوگا۔)

(۳) علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ حاشیہ تفسیر بیضاوی میں تحت آیہ وافی ہدایہ ان اللہ لا یظلم

مثقال ذرۃ ارشاد فرماتے ہیں "قال المحقق ھو لا یفعل الظلم لمنافاتہ الحکمۃ لا القدرۃ - لان الظاھر من قولنا فلان لا یفعل کذا فی افعال التی ھی اختیاریۃ فی نفسھا - انہ ترکہ باختیارہ - والقادر علی الترک قادر علی الفعل" (یعنی محقق نے فرمایا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ظلم نہیں کرتا - اس وجہ سے کہ ظلم منافی حکمت ہے نہ منافی قدرت ہونیکی وجہ سے نہیں اسلئے کہ ہمارے اس کہنے سے کہ فلاں شخص ایسا نہیں کرتا ان افعال میں جو فی نفسہ اختیاری ہیں یہی ظاہر ہوگا کہ اس نے فعل مذکور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے - اور جو شخص کسی فعل کے ترک پر قادر ہوتا ہے وہ اوسکے کرنے پر بھی قادر ہوتا ہے)

(۴) صاحب منہاج السنہ فرماتے ہیں - والقول الثانی ان الظلم مقدور اللہ تعالیٰ وھو منزہ عنہ وھذا قول الجمھور من المثبتین القدرۃ وصفاتہ - وھو قول کثیر من اصحاب ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد وغیرھم - وھو قول قاضی ابی حازم والقاضی ابو یعلی وغیرھما کتعذیب الانسان بذنب غیرہ - (الی ان قال) اعلم ان اللہ تعالیٰ لما قال فی کتابہ العظیم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا (الآیہ) وقال الجمھور ان الظلم مقدور فکان الجمھور قالوا ان خلف الوعد جائز ممکن - وان کان اللہ لا یخلف وعدہ ابدا دائما - لانہ حکیم کریم - ورحمتہ غالبۃ علی غضبہ" (یعنی قول ثانی یہ ہے کہ ظلم تحت قدرت باری تعالیٰ ہے - مگر وہ تعالیٰ شانہ اوس سے منزہ ہے اور یہ قول جمہور مثبتین قدرت وصفات باری تعالیٰ کا ہے جنمیں بہت سے اصحاب امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) شامل ہیں - اور یہی قول قاضی ابی حازم اور قاضی ابو یعلی کا بھی ہے جیسے کسی انسان کو دوسرے شخص کے گناہ کیوجہ سے عذاب کرنا اور واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کی برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہوتی ہے تو اسکو بڑھا دیتا ہے - اور جمہور علماء نے کہا کہ ظلم مقدور ہے تو گویا جمہور نے یہ کہا کہ خلف وعد جائز و ممکن ہے - اگرچہ اللہ تعالیٰ ابدا دائما کبھی خلف وعد نہیں کریگا اسلئے کہ وہ حکیم و کریم ہے اور اسکی رحمت اوسکے غضب پر غالب ہے -

اُنکے علاوہ اور بھی صدہا حوالے موجود ہیں مگر طالبان حق کیلئے اسقدر بھی کافی ہے معہذا پچھلے ارشاد صاحب منہاج السنہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ظلم دوسرے معنوں کے اعتبار سے جمہور علمائے مذہب حنفیہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مقدور باری تعالیٰ ہے اور یہی کیفیت خلف وعد کی بھی ہے جسے کذب کا دوسرا نام سمجھنا چاہیئے - بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ تمام بحث اسی خلف وعد کے تحت قدرت ہونے یا نہونے پر ہے - جناب مجتہد صاحب خلف وعد کو تحت قدرت نہیں سمجھتے - اور اسی وجہ سے نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خارج از قدرت الٰہیہ قرار دیکر مشاہیر علمائے سنت والجماعت کو کافر کہتے اور اپنا فوارہ کفر ہونا ثابت کرتے ہیں اوسکے مقابلہ میں دوسرے علماء خلف وعد اور نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوکو تحت قدرت و محال بالغیر کہتے ہیں صاحب منہاج السنہ نے اپنی شہادت سے جناب مجتہد صاحب کے دعوے کا غلط اور بے بنیاد ہونا ہی ثابت نہیں کیا - بلکہ ان علماء دین کے قول کا جو تحت قدرت کہتے ہیں جمہور مثبتین قدرت وصفات کے موافق ہونا محقق کر دیا جسکا

نتیجہ ظاہر طور سے یہ ہے کہ جناب مجتہد صاحب جمہور کے خلاف اور منکرین قدرت وصفات میں داخل ہیں۔

شاید اس موقع پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ علمائے مذہب سنت والجماعت میں بعض لوگ مجتہد صاحب کے ہم خیال بھی گزرے ہونگے جنکے مقابلہ میں اکثر علما کا ذکر بلفظ جمہور کیا گیا ہے۔ مگر اول تو بعض علما کا قول جمہور کے مقابلہ میں قابل سند نہیں ہوسکتا دوسرے جناب مجتہد صاحب قبلہ بالقابلہ دن لوگوں میں کیوں ہونے لگے تھے جو علمائے مذہب سنت والجماعت کے اقوال سے مدولیں بلکہ انکی طبیعت کا رجحان تو در اصل کسی اور ہی طرف ہے گو بظاہر جاہل سنیوں کو اپنے دام تزویر میں لانیکے لیے سنی المذہب بنے ہوئے ہیں۔ وہ در پردہ تحفہ اثنا عشریہ کے مضامین کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ اسیلئے کہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے کید سوم کے رد میں ظلم کا بمعنی مذکورہ تحت قدرت ہونا حوالہ قلم فرمایا ہے۔ ورنہ اس بحث مقدوریت خلاف فرمودہ باریتعالی میں ظلم کی بحث پیش کرنیسے اور کیا غرض ہوسکتی تھی۔ لیکن بفحوائے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد   خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

جناب مجتہد صاحب کی اس کارروائی سے نہ صرف ظلم بمعنی وضع الشئی فی غیر موضعہ بلکہ خلف وعد کا بھی جو در اصل زیر بحث ہے باجماع جمہور تحت قدرت ومحال بالغیر ہونا ثابت ہوگیا۔ اور یہی ہمارا مطلب تھا مگر شاید مجتہد صاحب یہ حیلے چاہتے ناواقفوں کو دھوکہ دیں کہ خلف وعد کا تحت قدرت ہونا اگرچہ ثابت ہوا ہے لیکن اوس سے کذب کا تحت قدرت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ بروے لغت خُلف اور کذب دونوں ہم معنی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ خلف اوس جھوٹ کو کہتے ہیں جو مستقبل میں ہو اور کذب وہ ہے جو ماضی کے صیغہ میں بولا جائے۔ اور جناب باری عز اسمہ ان دونوں سے منزہ اور پاک ہے۔ گو یہ دونوں مثل دیگر افعال قبیح کے اوس قادر مطلق کی قدرت کے احاطہ میں داخل ہیں۔

خلف اور کذب کا ہم معنی ہونا عبارات ذیل سے واضح ہوگا۔

(۱) الخلف بالضم۔ الاسم من الاخلاف وھو فی المستقبل کالکذب فی الماضی (یعنی خلف پیش کیساتھ ایک اسم ہے اخلاف سے۔ اور وہ مستقبل میں مثل کذب کے ہے۔) (دیکھو قاموس ربع ثالث صفحہ ۵۹)

(۲) خُلف بالضم دروغ و دروغ کردن وعدہ را۔ یعنی خلاف کردن آن۔ وہی فی المستقبل کالکذب فی الماضی۔ (یعنی خلف پیش کیساتھ جھوٹ اور وعدہ کے جھوٹا کرنیکو کہتے ہیں اور وہ مستقبل میں ایسا ہی ہے جیسا کذب ماضی میں۔ (ملاحظہ ہو صراح جلد دوم صفحہ ۴۷)

لہٰذا خلف و کذب دونوں کی ایک حالت ہے۔ جناب مجتہد صاحب صرف ظاہری فرق کی بناپر جو محض لفظی ہے۔ گو ناواقف لوگوں کو بہکائیں لیکن پڑھے لکھے آدمی جنھیں عقل خداداد سے حصہ ملا ہوا ہے ہرگز اونکے فقروں میں نہیں آسکتے۔

یہاں تک جناب مجتہد صاحب کی پیش کی ہوئی ۳ عقلی دلیلوں کا جواب ختم ہوا۔ اور ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ جس طرح

نقلی دلیلوں میں جناب موصوف نے تحریف اور خیانت سے کام لیا تھا عقلی دلیلوں میں بھی مغالطہ دہی اور غلط بیانی میں کمی نہیں رکھی۔ بالآخر ہر شخص کو آپکے مذہب کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور اب امید ہی کہ آیندہ مسلمان اونکے دموں میں نہ آئینگے اور علمائے دین کی جناب میں جو بدگمانیاں جناب مجتہد صاحب کے بہکانے سے اونکے دلوں میں پیدا ہو گئی ہیں اونسے توبہ کریں گے۔

ایسے نازک وقت میں کہ ہندوستان کے مسلمانوں بلکہ نفس اسلام پر چاروں طرف سے دشمنوں نے حملے کر رکھے ہیں باہمی رنجشوں اور لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ کر اتفاق و یکجہتی کی بحیثیت مجموعی دشمنان اسلام کے حملوں کی مدافعت کیلئے تیار و آمادہ ہو جائینگے۔

چونکہ اس موقع پر حصہ اول ختم ہو گیا ہی۔ لہذا ناظرین رسالہ ہذا مجتہد صاحب کے باقی مضامین کارد حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالی مسلمانوں کے حال پر رحم فرماکر سبکو توفیق دے کہ باہمی خانہ جنگیوں سے دست کش ہو کر ہمہ تن اسلام کی حمایت میں مصروف ہو جائیں۔ اور اُن دشمنان اسلام کی باتوں پر کان نہ لگائیں جو بظاہر دعائے اسلام کرتے ہیں اور در اصل اپنے پیٹ کی دوزخ بھرنیکے لیے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ بدھا مرے یا جوان اونھیں اپنے حلووں مانڈوں سے کام ہی اونھیں اسی میں اپنا نفع نظر آتا ہی کہ مسلمانوں کو لڑا کر مقدمہ بازی کرائیں تاکہ اونکی پرسش ہو نذر بھینٹ ملے۔ چڑھاوے چڑھیں یہی وجہ ہے کہ وہ اون علمائے دین کو جو ان ضرر رسان حرکات سے مسلمانوں کو باز رکھنے اور رسوم و بدعات مروجہ و مقدمہ بازیوں میں مسلمانوں کا روپیہ و روقت ضائع نہونیکی کوشش کرتے ہیں اپنی روزی کا سد راہ سمجھکر گالیاں دیتے اور اونکے اچھے خاصے ارشادات کا غلط اور جھوٹا مطلب عوام کالانعام کے سامنے بیان کر کے علمائے اعلام بلکہ نفس اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ جیسا کہ رسالہ ہذا کے حصہ دوم میں (انشاء اللہ تعالے) اُنکی کارگزاریوں کا نمونہ دکھایا جائیگا۔ خداوند تعالے مسلمانوں کو اونکے شر سے بچاوے۔ اور انھیں ہدایت دے کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں۔ اور ان افعال ناشائستہ سے پرہیز کریں۔ آمین۔ آمین ثم آمین۔

اخیر میں ہم جناب مجتہد صاحب و اونکے اعوان و انصار سے نہایت ادب کے ساتھ ملتجی ہیں کہ وہ اس رسالہ کو تعصب اور نفسانیت سے خالی الذہن ہو کر ملاحظہ فرمائیں اور جو بات اونکی سمجھ میں نہ آئے یا جس امر میں اونکو شک رہجائے وہ بلا تکلف ہم سے دریافت فرمالیں اور اگر جواب کا قصد فرمائیں تو تہذیب اور انسانیت کیساتھ لکھیں اور جسطرح کہ ہمنے انکی سخت اور دلشکن گالیوں سے چشم پوشی کر کے اونکا اور اونکے بزرگوں۔ پیشواؤں کا ادب ملحوظ رکھا ہی وہ بھی خیال رکھیں نفس مسئلہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کریں یا اونھیں اختیار ہی لیکن یاد رہے کہ اگر اونھوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو اُسکا دین و دنیا دونوں میں اونکو خراب نتیجہ ملیگا۔ گو ہماری جانب سے کسی حالت میں ایک لفظ بھی غیر شریفانہ اونکی یا اونکے بزرگوں کی شان میں نہ نکلیگا۔ البتہ اون گالیوں کی ایک فہرست بنا کر دنیا پر اُنکی اور اُنکے مذہب کی اصل و حقیقت انشاء اللہ تعالی اچھی طرح ظاہر کرینگے تاکہ آیندہ کوئی بھلا آدمی اُنکے پاس بھی پھٹکنے نہ پائے۔ وما علینا الا البلاغ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔